سیرت بتول سلام اللہ علیہا

تالیف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آغا عبدالحسن سرحدی (پرنسپل درس آل محمدؑ فیصل آباد)

ولایت مشن پبلیکیشن (رجسٹرڈ)

Website:www.wilayatmission.com

Email:info@wilayatmission.com

سر لفظ

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ لڑکیاں حسنات ہیں اور لڑکے نعمات، اللہ تعالیٰ حسنات کے بدلے میں ثواب عطا فرمائے گا لیکن نعمتوں کا حساب لے گا۔(وسائل الشیعہ صفحہ 104 جلد 15)

غور فرمائیں جب خالق کی طرف سے ایک عام بیٹی اپنے والدین کیلئے ایک حسنہ اور بن کر آتی ہے تو کیا منزلت ہو گی اس دختر نیک اختر کی۔

رطبُ اللسان رسولؐ رہے جس کی شان میں

کوثر جسے کہا خدا نے قرآن میں

جس کے ظہور پر نور نے رسولؐ کو ابتر (بے نام ونشان) کہنے والوں کا منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا اور ہر مسلمان کو نماز میں آپؐ اور آپ کی پاک آلؑ پر درود پڑھنے کا پابند کر دیا۔

ہاں وہی لائق ان گنت درود و سلام علیائے مکرّمہ وولّیہ عظمٰی جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا جس کی تعظیم کے لئے سیّد الانبیاء ایسے رسولؐ نے قیام فرمایا اور حق تعالیٰ نے اس کے گیارہ فرزندوں کو امام بنایا۔

گو کہ آپ کی ذات سودہ صفات کے متعدد پہلو اور جہات ہیں مثلاً آپکے شمائل، خصائلِ ظاہری اور معنوی وغیرہ لیکن حاضر پیش کش میں حسبِ موضوع آپ کے زرّیں دستور حیات اور پاکیزہ طرزِ زندگی کے لازوال نقوش کا

مختصر اًذکر کیا گیا ہے کیونکہ زندگی فردی ہو یا اجتماعی اس میں علم و عمل اور اخلاق کے لحاظ سے آپکی مینارہ ہدایت شخصیت تمام دخترانِ اُمّت کیلئے دلیلِ راہ اور نشانِ منزل ہے

چنانچہ ذاتی اور خانگی زندگی میں اگر آپ ایک طرف محرابِ عبادت کی رونق اور زینت ہیں تو دوسری طرف تربّیتِ اہل و عیال کی اعلیٰ مثال۔

علاوہ ازیں سماجی اور معاشرتی زندگی میں بھی آپ نے مُسلم خواتین کو ان کے شرعی مقام اور فرائض سے آگاہ کرنے نیز انہیں اپنے حقوق کا شعور اور تحفظ کا حوصلہ بخشنے میں رہنما کردار ادا فرمایا۔

فاطمہؑ سرِ چشمہ عزّو شرف، روحِ و قار گلشنِ سرکارِ دو عالمؐ کی پائندہ بہار فی الجمہ آپ ایک قابلِ فخر بیٹی، طاعت شعار زوجہ، بلند مرتبہ ماں اور علم و عمل کے لحاظ سے خواتینِ علم کی پیشوا اور سردار غرضیکہ ایک مثالی خاتون تھیں۔

آپکی ایمان پرور سیرت اور مقدس اُسوہ قیامت تک آنے والی ہر مومنہ بی بی کے لئے محض نمونہ عمل اور مشعلِ راہ ہی نہیں بلکہ اس کی پیروی اور اتّباع میں خشنودی رسولؐ اور رضائے خدا بھی ہے۔

سامنے ہو اُسوہ زھرؑا اگر　ہو منّور زیست کی ہر رہگزر

رہروِ منزل بھٹک سکتا نہیں　راہ میں تاریکیاں ہوں جسقدر

دعائے حضرت ابوالبشر میں جناب زہراءکاواسطہ

فتّلقیٰ آدم من ربّہ کلمت فتاب علیہ۔ البقرہ(37)

ترجمہ (حضرت) آدمؑ نے خداوندِعالم سے چند کلمات سیکھ لئے اور ان کے ذریعے اور واسطے سے دُعاسُن لی۔

اس آیت میں جو لفظ ''کلمات'' آیاہے یہ کلمہ کی جمع ہے اور حضرت عیسیٰؑ کیلئے قرآن میں لفظ کلمہ واضح کرتا ہے کہ انسان کیلئے کلمہ اور کلمات استعمال ہو سکتا ہے

لفظ کلمات میں پانچ حروف (ک ل م ات) ہیں اور ان میں ایک حرف مونث ہے۔ پنجتن پاک میں ایک مونث جناب فاطمہ الزہراؑءہیں (روح القرآن صفحہ 155)۔

ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت رسول کریمؐ سے پوچھا کہ اس آیت میں جن کلمات کا ذکر ہے اُن سے کون لوگ مراد ہیں۔

قال سال بحق محمّد وعلّی وفاطمہ والحسن والحسین الاتبت علیّ فتاب علیہ۔

آپؐ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمدؐ، علّی، فاطمہؑ، حسنؑ،اور حسین علیہاالصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے سوال کیا تھااور خدانے قبول کرلی۔(تفسیر در منشور صفحہ 61 جلد1)

دعائے حضرت نوح میں جناب سیدہؑ کا وسیلہ

جولائی 1951ء میں روسی ماہرین آثارِ قدیمہ کی ایک ٹوٹی وادیٔ قاف میں کسی نئی کان کی تلاش میں مصروف تھی کہ ایک مقام پر انہیں لکڑی کے بوسیدہ ٹکڑے نظر آئے کھدائی کے دوران لکڑی کے بہت سے ٹکڑوں کے درمیان ایک مستطیل نما تختی دستیاب ہوئی جس پر باقی ٹکڑوں کی طرح بوسیدگی اور کہنگی کے آثار نہ تھے۔

1952ء میں تحقیقات کت بعد معلوم ہوا کہ یہ مذکورہ تختی حضرت نوح علیہا السلام کی معروف کشتی سے تعلق رکھتی ہے جو کوہ قاف کی ایک چوٹی (جُودی) پر آکھڑی تھی۔

روس کی سوویت حکومت کے زیرِ اہتمام اس کی ریسرچنگ ڈیپارٹمنٹ نے مذکورہ تختی کی تحقیق کے لئے ماہرین آثار قدیمہ کا ایک بورڈ قائم کیا جس نے 27 فروری 1953ء میں اپنا کام شروع کر دیا جس میں سات روسی ماہرین نے ان حروف کو آٹھ ماہ کی مغزماری اور دماغی کاوشوں سے بمشکل تمام پڑھا اور یہ انکشف کیا کہ جس لکڑی سے نوحؑ کی کشتی تیار ہوئی تھی اس لکڑی سے یہ تختی بھی بنائی گئی اور نوحؑ نے اس کو اپنی کشتی میں تبرک اور تقدس کے طور پر حصولِ امن وعافیت اور دیادِ برکت ورحمت کے لئے لگایا تھا۔ اس تختی کے درمیان ایک پنجہ نما تصویر ہے جس پر قدیم سامانی زبان میں ایک مختصر سی عبارت اور کچھ متبّرک نام مرقوم ہیں جس کو انھوں نے ایک روسی تلفظ میں یوں منتقل کیا جو اردو ہجے میں درج ذیل ہے۔

ابخنا ایلا ہم۔ای قل بیدج۔نوریک بن۔زی شاؤ۔ محمد ا۔ ایلیا۔ شبرّ ا۔ شبیر ا۔ فاطمہ۔ عقیو۔مابیون افیقوا۔ ابھکاری نازونہ۔ تلاں بی یوَر۔ نہتر بی باش کو قائد شیولم

ترجمہ (اے میرے خدا! میرے مدد گار اپنے رحم و کرم سے اور اپنے مقدس نفوس محمدؐ، علیؑ، شبرؑ، شبیرؑ، فاطمہؑ کے طفیل میری دستگیری کر)

یہ سب عظیم ترین اور واجب الاحترام ہیں۔ تمام دنیا ان کیلئے قائم کی گئی ہے ان کے (مبارک) ناموں کے صدقے میری مدد فرما۔

تو ہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

یہ تختی اب بھی روس کے مرکز آثار و تحقیقات (ماسکو) میں حفاظت سے رکھی گئی ہے۔

دعائے حضرت سلیمانؑ میں جناب بتولؑ سے استغاثہ

یہ ۱۹۱۶ء پہلی جنگ عظیم کی بات ہے کہ بیت المقدس سے چند میل دور اونترہ نامی ایک چھوٹے سے گاؤں کے پہ اندھیری رات میں ایک فوجی کو دور سے چمکتی ہوئی نظر آئی۔

خاک وسنگ کی دارڑوں سے ابھرتی ہوئی روشنی والی جگہ کی کھدائی کی گئی تو ایک مُرصّع نقرئی لوح ملی نکالنے پر یکایک اس کی روشنی بھی ختم ہوگئی آخر وہ لوح لے کر اپنے افسر کے پاس پہنچے یہ انگریزی افسر میجر اے این گرینڈیل تھا اس نے ٹارچ کی روشنی میں لوح کو دیکھا تو مبہوت رہ گیا اسکا حاشیہ گراں بہا جوہرات سے مُرصّع تھا اور درمیان میں طلائی حروف تھے جسے افسر انچارج برطانیہ لیفٹنینٹ جنرل ڈی او گلیڈسٹون کے ماہرین آچار قدیمہ کے سپرد کردیا۔

ماہرین کی ایک کمیٹی جس میں برطانیہ امریکہ فرانس اور بعض دوسرے ممالک کے ایکسپرٹ آف اولڈ لینگوتیج نے شمولیت کی اور محنتِ شاقہ کے بعد یہ راز کُھلا کہ یہ ایک مقدّس لوح ہے جو لوح سُلیمانی کہلاتی ہے۔

۳ جنوری ۱۹۲۰ء کو صدیوں کا یہ خفیہ راز منکشف ہوا اس لوح مقدّس کے عبرانی الفاظ اردو الفاظ کے ہجے میں ترجمہ ذیل ہیں:

الله احمد ایلی

یاہ احمد مقدا   یا احمد پہنچو

یاہ باہتول اکا شی   یا بتولؑ نگاہ رکھو

یاہ حسن افر مظح یا حسنؑ کرم فرماؤ

یاحامین بارنو یا حسینؑ خوشی بخشو

بذات اللہ کھر ایلی اور اللہ کی قوت علیؑ ہے

مارچ 1923ء کو اس وقت کے اعظم لاٹ پادری نے ایک خفیہ حکم نامے کے ذریعے اس کو کلیسائے فرنگ کے خفیہ مخصوص کمرہ میں رکھوا دیا تاکہ مسیحی دنیا میں متاثر نہ ہو۔

انجیل میں بشارت

اللہ تعالیٰ نے انجیل میں حضرت عیسیٰؑ سے فرمایا کہ اپنی امت سے کہدے کہ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول پر ایمان لائے جو آخری زمانے میں آئے گا۔

اس کی نسل مبارک خاتون خدیجہؑ سے ہو گی **لھا بنت یعنی فاطمہ علیہا السلام ولھا ابنان فیستشھدان یعنی الحسن والحسین طوبی لمن سمع کلامه وادرك** اور اس کی بیٹی ہو گی جس کا نام فاطمہؑ ہے۔

اور اس (فاطمہؑ) کے دو بیٹے ہوں گے اور وہ دونوں شہید ہوں گے۔

بشارت ہو اس شخص کیلئے جس نے اس نامی نبیؐ کا کلام سنا اور اس کے زمانے کو پایا۔ (تفسیر در منثور صفحہ ۵۹)

کلکی پران کا ذکر

کلکی پران جو ہندوؤں کی الہامی کتاب مشہور ہے اس میں تحریر ہے کہ آخری زمانے ایک دیوتا آئیگا جو شنبل دیپ میں پیدا ہو گا

وہ پہاڑ کی غار میں خدا کی عبادت کریگا اس کے وطن والے اس کو نکال دیں گے اور وہ شمالی پہاڑ کی طرف چلا جائے گا اس کی ماں کا نام اوم مستی ہو گا۔ اس کی ایک لڑکی ہو گی جو تمام دنیا کے استریوں کی سردار ہو گی۔

جب وہ ظاہر ہو تو تم اپنے سر اس کے قدموں میں رکھ دینا کیونکہ نجات کا راستہ اسی ملے گا۔

شنبل دیپ یعنی کھجوروں والا جزیرہ اور وہ جزیرۃ العرب ہے۔

اور پہاڑ کے غار میں عبادت یعنی شعب ابی طالب میں آپؐ نے کئی سال عبادت کی۔ وطن والوں نے نکال دیا اور آپؐ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف تشریف لے گئے جو شمال میں ہے اور پہاڑی علاقہ ہے۔

آپؐ کی ماں کا نام اوم مستی یعنی امن والی عورت یعنی آمنہ ہے۔

اور باپ کا نام دشنو داس یعنی دشنو کے معنی خدا اور داس کے معنی بندہ، خدا کا بندہ یعنی عبد اللہ۔

اور آپؐ کی لڑکی تمام عورتوں کی سردار یعنی فاطمہؑ سیدۃ النساء العالمین ہیں (تاریخ اسلام صفحہ 171 جلد 2)

سورۃ کوثر کا شان نزول

دشمنان اسلام اس بات پر بہت خوش تھے کہ حضور پر نورؐ کے اولاد ذکور میں کوئی زندہ نہیں بچا جس کے سبب آپ کے نورِ وجود کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا

اور جس کی نسل باقی نہ رہے اس کا دین اور مذہب کیا باقی رہے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر کے ذریعے آپ کو تسلی دی اور فرمایا۔

ترجمہ (کہ اے رسولؐ ہم نے آپ کو کثرت نسل عطا کی ہے۔ تو آپؐ اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں۔ یقیناً آپ کا دشمن بے اولاد رہے گا۔ (سورۃ کوثر مکہ میں نازل ہوئی۔ جو دس کلمات اور سینتیس ۳۷ حروف پر مشتمل مختصر ترین سورۃ ہے۔)

کوثر بر زون فوعل مبالغے کا صیغہ ہے جو کہ کثرت سے نکلا ہے یعنی بہت زیادہ۔ اس سے مراد خیر کثیر ہے۔ جس کا ایک عظیم مصداق حوض کوثر بھی ہے اور وجود معصومہؑ بھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا نے جس قدر خیر کثیر اپنے پیغمبرؐ کو عطا کیا ہے اتنا کسی اور کو نہیں دیا۔ انتہا یہ ہے کہ ان کے دشمن کو ابتر بنا دیا ہے اور اس کی نسل کو منقطع کر کے پیغمبرؐ کی نسل کو جناب فاطمۃ الزہراؑ کے ذریعے قیامت باقی اور دائمی بنا دیا ہے۔ اور اسی لئے آپؐ سے نماز اور قربانی کا مطالبہ کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کو جب بھی کوئی چیز اور نعمت نصیب ہو اس کا فرض ہے کہ خدا کا شکر ادا کرے اور شکرِ خدا کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ نماز قائم کرے اور خدا کی راہ میں قربانی دے۔ (انوار القرآن)

رسالت مآبؐ فرماتے ہیں کہ خدا نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب سے قرار دی ہے اور میری اولاد صلب علیؑ سے ہے۔ (اولاد صلبی ہو یا دختری دونوں اولاد کا درجہ رکھتی ہے) یہی وجہ ہے کہ حسنین علیہم السلام کو سب ابنائے رسولؐ کہتے ہیں جس پر آیہ مباہلہ کی واضح نصؔ بھی موجود ہے۔

محمدؐ گل است و علیؑ روئے گل بُود فاطمہؑ اندراں بُوئے گل

دو عطرِش بر آمد حسینؑ و حسنؑ مُعطّر شد از وی زمین و زمن

دوسرے حضرت رسولؐ مثلِ موسیٰؑ ہیں۔ حضرت موسیٰ بھی لا اولاد تھے۔ ان کی اولاد بھی خدا نے ان کے وزیر حضرت ہارونؑ کی اولاد کو قرار دیا۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت 248 میں تابُوت سکینہ کے بارے میں ذکر ہے (ترجمہ کہ اس میں آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کے تبرکات تھے۔ تیسرے حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے اسماعیلؑ اور اسحاقؑ۔

حضرت اسحاقؑ کی نسل میں آخری حجّت لڑکی کی اولاد قرار پائی حضرت عیسیٰؑ اسی حجّت سے ہوئے۔

حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں بھی ایسا ہوا کہ آخری حُجت بجائے اولادِ ذ کُور کے لڑکی کی اولاد قرار پائی یعنی اولاد فاطمہؑ الزہراء صلوات اللہ علیہا۔ خدا نے حضورؐ کو اتنی کثیر اولاد عطا فرمائی اب شاید ہی کوئی ایسا مقام ہو جہاں آپ کی اولاد نہ ہو۔(تفسیر قران الو لعظیم صفحہ 426 جلد ۵)

اولاد دختری کو اولاد نہ سمجھنا زمانہ جاہلیت کے غلط نظریات کی پیداوار ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرزندان دختی کو فرزند قرار دے کر دور جاہلیت کی غلط ذہنیت پر کاری ضرب لگائی اور اس حقیقت کو عملاً نمایاں کیا کہ جس طرح پسر کی اولاد اولاد ہوتی ہے اس طرح دختر کی اولاد بھی اولاد ہے۔

چنانچہ پیغمبر اکرمؐ جب بھی فرزندان زہراؑ کا ذکر کرتے تو انہیں بیٹا کہہ کر یاد کرتے اور حسنین علیہا السلام بھی انہیں باپ کہہ کر خطاب کرتے۔

ایک مرتبہ ابوالجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے فرزندان رسولؐ ہونے پر آیہ مباہلہ ابناءنا و ابناءکم سے ثبوت پیش کیا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ دختر کی اولاد اولاد تو ہوتی ہے مگر اولاد صلبی نہیں ہوتی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں حرام عورتوں کے سلسلے میں فرمایا ہے (ترجمہ۔ اور تمہارے صلبی لڑکوں کی بیویاں (تم پر حرام کی گئیں)

تمان معترضین سے دریافت کرو کہ کیا پیغمبرؐ کیلئے حسنین علیہ السلام کی بیویوں سے نکاح جائز تھا۔

اگر وہ یہ کہیں کہ جائز نہیں تھا تو وجہ حرمت اسکے سوا کیا ہے کہ آنحضرتؐ کی صلبی اولاد کی ازواج تھیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حرام ٹھہرایا ہے۔

ابن بابویہ قمی رحمۃ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون رشید کے ہاں طلب کئے گئے تو اس نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تم اولاد رسول کہلاتے ہو حالانکہ تم اولاد علیؑ ہو اور سلسلہ نسب باپ سے چلتا ہے نہ ماں سے ؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر رسول اکرمؐ دوبارہ دنیا تشریف فرما ہوں اور تم سے رشتہ طلب کریں تو کیا تم اسے قبول کرلوگے ؟ کہا سر آنکھوں پر یہ رشتہ ہمارے لئے عرب و عجم میں باعث صد افتخار ہو گا۔ یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا لیکن وہ ہم سے رشتہ طلب نہیں کرسکتے اور نہ ہم انہیں رشتہ دے سکتے ہیں کیونکہ ہم ان کی اولاد ہیں اور تم ان کی اولاد نہیں ہو۔

محمد بن طلحہ نے مطالب السؤل میں تحریر کیا ہے کہ حجاج ابن یوسف ثقفی کو معلوم ہوا کہ شعبی جب بھی حسن و حسین علیہم السلام کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں فرزندانِ رسولؐ کہہ کر یاد کرتے ہیں حجاج اس پر برافروختہ ہوا اور انہیں باز پرس کیلئے اپنے ہاں طلب کیا۔ جب شعبی اس کے ہاں پہنچے تو دیکھا کہ مجلس میں کوفہ و بصرہ کے علماء

اعیان جمع ہیں۔ حجاج نے شعبی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم حسنؑ اور حسینؑ کو فرزندان رسولؐ کہتے ہو حالانکہ وہ ان کے بیٹے نہ تھے بلکہ ان کی بیٹی فاطمہؑ کے بیٹے تھے اور سلسلہ نسب ماں سے نہیں چلا کرتا۔

شعبی کچھ دیر خاموش رہے اور پھر اس آیت کی تلاوت کی۔

(ترجمہ)۔ اور ابراہیم کی نسل میں سے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیؑ، اور ہارونؑ کو بھی ہدایت کی اور ہم یونہی نیکوکاروں کو صلہ دیتے ہیں اور ذکریاؑ، یحیؑ، عیسیؑ اور الیاسؑ کو ہدایت کی یہ سب خدا کے نیک بندوں میں سے تھے

اس آیت کی تلاوت کے بعد کہا کہ اس میں حضرت عیسیؑ کو بھی ذریّتِ ابراہیمؑ میں شمار کیا گیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ وہ مادری سلسلہ سے ان تک منتہی ہوتے ہیں۔

جب مریمؑ بنت عمران کی نسبت سے حضرت عیسی کو ذریت ابراہیم میں شمار کیا جا سکتا ہے جبکہ صورت یہ ہے کہ جناب مریمؑ اور حضرت ابراہیمؑ میں تین پشتوں کا فاصلہ حائل ہے۔

اور یہاں فاطمہؑ اور رسولؐ میں کوئی واسطہ حائل نہیں ہے۔ یہ سن کر حجاج خاموش ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

ایک مرتبہ عمرو بن عاص نے بھی امیر المومنینؑ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ وہ حسنؑ و حسینؑ کو فرزندان رسول کہتے ہیں حالانکہ وہ فرزندان رسول نہ تھے۔ حضرت نے سنا تو فرمایا کہ اِس دشمن خدا اور رسولؐ سے کہو

کہ اگروہ فرزندان رسولؐ نہیں تو پھر آنحضرتؐ ابتر (بے اولاد) قرار پائیں گے جیسا کہ اس کا باپ عاص ابن وائل آنحضرتؐ کو اسی لفظ ابتر سے یاد کیا کرتا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے بجائے ان کے دشمنوں کو ابتر کہا ہے۔

طلوع نور

614ء بعثت کے پانچویں سال ۲۰ جمادی الثانی بوقت فجر جمعہ کے مبارک دن رسولؐ کی سرچشمہ کوثر دختر نے اس خاکدانِ عالم کو اپنے نور سے ضیاء بخشی۔

جہالت وضلالت کے اس شبِ دیجور میں لڑکیاں عصبیت اور مردوں کی جہالت کی وجہ سے پامال ہورہی تھیں اور قبریں ان کے زندہ جسموں کو نگل رہی تھیں۔ انہیں تاریکیوں کی گہرائی سے عورت کے وجود کا آفتاب طالع ہوا۔ عورت کی شخصیت نے فاطمہؑ کے وجود میں سربلندی حاصل کی اور بلندیوں کی معراج کی طرف اپنا قدم بڑھایا۔ اس کی فضیلت قرآن کی زینت بنی اور خالق ارض وسما کے حکم سے عورت اس قابل ہوئی کہ اس کے پاؤں کے نیچے اونٹ قربان کئے جائیں۔ اسکی ولادت کی خوشی میں خداوند متعال کا شکر وسپاس بجالائیں اور اس کو گُلِ زندگی قرار دیں اور اپنی جنت اس کے قدموں تلے سمجھیں۔

جناب زہراؑ کے ظہور پُرنور کی بدولت دشمن اپنے مقصد میں ناکام ہوگئے اور دوستوں کے لبوں پر شکر ورضا کے زمزمے پھوٹے اور خوشی کے ترانے گونجے۔

اس کے آنے سے ملا یہ صنفِ نازک کو وقار

یوم ظہور جہاں میں یومِ نسواں ہو گیا

ارشاد رب العزت ہے

ترجمہ۔ یعنی وہ (اللہ) جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسکو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ (شوریٰ 50)

واضح رہے کہ خالق نے بیٹی اور بیٹے دونوں کو اپنی تخلیق کا شاہکار قرار دیا ہے اور انسان کے حق میں دونوں کو اپنے ہبہ اور عطیہ سے تعبیر کیا ہے تا کہ انسان دونوں کی عظمت اور حیثیت کا احساس کرلے اور کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ ایک کو تحفہ سمجھ کر اسی کا استقبال کرے اور دوسرے کو کمتر سمجھ کر اسے رد کر دے اس آیت میں اللہ پاک نے بیٹی کا ذکر پہلے کیا ہے اور بیٹے کا ذکر بعد میں گویا بیٹی کو ذکر کے اعتبار سے تقدم کا شرف حاصل ہے اور عملی اعتبار سے بھی اس نے اپنے محبوب ترین بندہ کو بیٹی سے نوازا ہے اور اس کی نسل کو آج تک قائم و دائم رکھا ہے جو بیٹی کی عظمت و اہمیت کی بہترین دلیل ہے

حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا یوم ولادت در حقیقت عورت کی شرف وعزت کا دن ہے

اسم گرامی

سر تاج انبیاءؐ نے بحکمِ خدا آپؑ کا نام فاطمہؑ رکھا علامہ قسطلانی نے مواہب لدینہ میں لکھا ہے کہ فطم کے معنی لغت میں جہنم سے چھڑانے والی کے ہیں تو گویا فاطمہؑ اپنے محبین کو دوزخ کی آگ سے چھڑانے والی ہیں

جناب رسول خداؐ نے وجہ تسمیہ بیان کرتو ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کا نام فاطمہ اسلئے رکھا کہ اس نے آپکو اور آپکے موالیوں کو نارِ دوزخ سے آزاد فرمایا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے نو ناموں میں ایک فاطمہؑ ہے۔(علل الشرائع صفحہ 178)

فاطمہ فاعل کا صیغہ ہے جو مفعل کے معنی میں ہے یعنی فاطمہ بمعنی منطومہ بنابریں فاطمہ کے معنی شر اور خطا سے مقطوع دور اور محفوظ رہنے کے ہیں۔

القاب

صاحب ریاحین نے بترتیب حروف تہجی آپ کے ۱۴۰ القاب درج کئے ہیں جن میں سے ایک مشہور لقب زہراء ہے جو ازہر کا مونث ہے جس کے معنی سفید روصوری اور معنوی لحاظ سے تاباں، درخشاں اور نورانی

ہونے کے ہیں۔ اور اس کے معنی کلی کے بھی ہیں کہ آپ کی ذات والاصفات حضور پُر نورؐ سے کلی کے مانند ہے اس لئے آپ کو زہرۃ المصطفیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جب راوی نے دریافت کیا کہ حضرت فاطمۃ الزہراؑء سلام اللہ علیہا کا نام زہراء کیوں رکھا گیا تو آپؑ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معظمہ کو اپنے نور سے خلق فرمایا اور جب یہ نور چمکا تو اس کی روشنی سے تمام آسمان اور زمینیں چمک اٹھیں اور ملائکہ کی آنکھیں جھک گئیں اور وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے اور عرض کی اے اللہ ہمارے مالک یہ نور کیسا ہے ؟

تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی طرف وحی فرمائی کہ یہ نور میرے ہی نور سے خلق ہوا ہے۔ میں نے اسکو اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا

اور اسکو میں انبیاء میں سے ایک ایسے نبیؐ کے صلب سے ظاہر کروں گا جو تمام انبیاء سے افضل ہو گا اور اس نور سے ایسے آئمہؑ کو پیدا کروں گا جو میرے حق کی طرف ہدایت کریں گے اور وحی کا سلسلہ پورا ہونے کے بعد اب آئمہؑ کو اپنی زمین پر اپنا خلیفہ قرار دوں گا۔ آپؑ کا ایک لقب سیّدہ بھی ہے جس کے معنی ہیں سردار۔ سیّد اولادِ عبد المطلب کا اسم وصفی اور اولادِ بتول کا اسمِ ذاتی ہے۔

اُمّت محمدی میں کسی نسب، نسل اور خاندان کیلئے سیّد کا لفظ باقاعدہ شروع ہی جناب فاطمۃ الزہراؑ کی ذات اقدس سے ہوا۔

سید الانبیاءؐ نے آپ کی دنیاوآخرت (ہر دو میں) سیادت کا اعلان یوں فرمایا کہ فاطمہؑ ساری کائنات کی عورتوں کی سر دار ہے۔

نیز فرمایا فاطمہؑ جنت کی ساری عورتوں کی سر دار ہے۔

اور پھر سید الاولیاؑ اور سیدۃ النساء کے باہمی مناکحت نے صفتِ سیادت کو دائمی فروغ بخشا۔

حضورؐ نے فرمایا قیامت کے دن تمام سبب و نسب منقطع ہو جائیں گے سوا میرے سبب و نسب کے۔ اور ہر بنی آدم کا سلسلہ نسب کہیں جا کر ختم ہو جاتا ہے لیکن اولادِ فاطمہؑ کا سلسلہ نسب مجھ تک پہنچتا ہے

فانّی انا ابو هم و عصبتهم

میں ہی ان کا باپ اور بنیاد ہوں

علامہ نورالدین عبد اللہ سمہودی کا بیان ہے کہ جناب فاطمہؑ کی اولاد جناب معصومہؑ کے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ لہذا بالواسطہ وہ رسولؐ کے گوشت کا حصہ قرار پائی اور یہ شرف اولادِ فاطمہؑ کے لئے مخصوص ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ دُنیا آخرت میں اولاد فاطمہؑ اولادِ رسولؐ سے متعارف ہوں گے جنہیں سید اور سادات کہتے ہیں۔

سیادت کی دو قسمیں ہیں (۱) سیادتِ شرفی (۲) سیادتِ نسبی

سیادت شرفی علیؑ و اولاد علیؑ کیلئے ہے مگر نسبی صرف جناب سیدہؑ کی اولاد کے لئے ہے اور یہی مخصوص عرفاً سیّد ہیں اور بس۔

مگر علیؑ نے ہمیشہ اپنی اس اولاد کو جن کی ماں فاطمہؑ تھیں اپنی دیگر اولاد سے ممتاز حیثیت دی۔ یہ بنی علیؑ کہلائے اور وہ بنی فاطمہؑ۔

کیا تعجب انگیز بات نہیں کہ علیؑ جیسے عظیم باپ کے مقابلے میں بچوں کو ماں کی نسبت سے پہچانا جائے۔

کتاب رشفتہ الصادی من بحر فضائل النبی الہادی میں ہے۔

فھم الاوالی جبلت مناقبھم ورثو السّیادۃ کابرا عن کابر

(ترجمہ) اولادِ رسولؐ اور فرزندان علیؑ و بتولؑ جملہ مخلوقات سے بہتر ہیں کہ ان کے فضائل و مناقب پیدائشی و تخلیقی ہیں جو نسل در نسل سیادت کے مالک ہیں۔

اور آپؑ کا ایک لقب بتول بھی ہے جو بتل سے مشتق اور فعول کے وزن پر اسم صفت ہے جس کے معنی منقطع، کنارہ کش اور بے تعلق ہونے کے ہیں

علماء خاصہ و عامہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ پاک نے جناب سیدہؑ کو بتول قرار دیا ہے اور تمام عوارضات سے الگ رکھا ہے جن میں عام طور سے ہر عورت ہر مہینہ مبتلا ہوا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی رضاجوئی اور سُنّت نبویؐ کی پیروی ان کے رگ وریشے میں سما گئی تھی۔

وہ دنیا میں رہتے ہوئے اور گھر گرہستی کے کام کاج کرتے ہوئے بھی ایک اللہ کی ہو کر رہ گئی تھیں۔ اسی لئے ان کا لقب بتول پڑ گیا تھا۔

۱) آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہشات سے دور کیا تھا۔

۲) آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے دیگر خواتین کے مقابلے میں علم وفضل اور ظاہری وباطنی کمالات میں یکتا اور بے نظیر بنا دیا تھا۔

۳) آپؑ تمام دنیاومافیھا سے اپنا تعلق منقطع کر کے اپنے مولا کی طرف رجوع کر چکی تھیں۔ (بحارالانوار صفحہ 15 جلد 43)

کنیت

آپ کی ایک مشہور کنیت اُمّ ابیھا ہے (بحار الانوار صفحہ 19 جلد 43) اُمّ کے معنی مقصد کے ہیں گویا اسی کنیت کے معنی ہوئے اپنے اپ کی امید۔ ایک توجیہہ یہ بھی کی گئی ہے کہ سرکارِ دوجہاںؐ یتیم پیدا ہوئے تھے۔

کچھ عرصہ بعد آپ کی والدہ ماجدہ وفات پا گیئں تو آپ حضرت علی علیہ السلام کی والدہ معظّمہ بنتِ اسد سے مانوس ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ انہیں ماں کہہ کر پکارتے۔ جب وہ فوت ہوئیں تو آپؐ کو بہت دکھ ہوا اور فرمایا

کہ آج میری والدہ فوت ہو گئیں۔ چنانچہ آپؐ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کو دیکھتے تو آپؐ کو فاطمہ بنت اسد یاد آجاتیں اور آپؐ کی بیٹی آپؐ کے لئے سکون کا باعث بن جاتیں بنابریں ان کی کنیت اُمّ النبی (نبی کی محبت کا مرکز) رکھدی۔

عالمِ نسواں کو عزّت دی بس اسلام نے

اور ان کے درمیاں خیرُ النساء ہیں فاطمہؑ

جس کو پیغمبرؐ کہیں اُمّ ابیھا اے عزیز

کیسے ہم بتلائیں دنیا کو کہ کیا ہیں فاطمہؑ

شمائل

حضرت اُمّ المومنین بی بی سلمہ فرماتی تھیں کہ آپؑ سیرت وصورت، چال ڈھال اور لب لہجہ میں رسول پاکؐ سے سب سے زیادہ مشابہ اور ان کے تجلیات کی ہو بہو تصویر تھیں۔ یعنی اگر چلتی تھیں تو حضورؐ کے چلنے کا شبہ ہوتا تھا۔ اور بولتی تھیں تو ترجمانِ وحی کے بولنے کا گُمان ہوتا تھا

مادر گرامی

جناب زہراؑ نے زندگی کے ابتدائی پانچ سال اپنی والدہ ملیکۃ العرب محسنہ اسلام جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کی آغوش تربیت میں گزارے۔

کھیلنا، کودنا باہر آنا جانا پسند نہ تھا۔ گھر میں ماں کے پاس ہی بیٹھی رہتی تھیں۔

وہ ماں جو بقول حضرت نفیسہ بڑی ہی ہوشمند، بہادر اور شریف خاتون تھیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو خیر و کرامت سے بھی نوازا ہوا تھا۔

وہ قریش میں حسب و نسب، فضل و شرف اور مال و دولت کے لحاظ سے سب سے آگے، افضل و اعلیٰ، تقویٰ شعار اور خوش کردار بی بی تھیں (اپنے بلند کردار اور نیکی کی وجہ سے) انہیں طاہرہ اور سیّدہ قریش کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ دونوں خطاب مختصر ہی سہی مگر جناب خدیجہؑ کی حیات طیبہ کے سمجھنے میں بہترین معاون ہیں کیونکہ عورتوں کو ذلیل اور پست سمجھنے والا معاشرہ اگر کسی عورت کو اتنا محترم سمجھے تو یہ تاریخ کا معجزہ ہے۔

آپؑ باپ کی طرف سے قصّی تک پہنچ کر چوتھی پشت میں اور ماں کی طرف سے لوئی تک پہنچ کر پاکیزہ نسب کی آٹھویں پشت میں مرسل اعظمؐ کی شریک ہو جاتی ہیں۔ گویا سرکارِ دوجہاںؐ اور آپکا خاندان ایک ہی تھا۔

آپؑ سب سے پہلے نبی آخر الزمانؐ کے نکاح میں آئیں۔ اس وقت آپؑ کی عمر ایک قول کے مطابق ۲۸ سال جبکہ آیۃ اللہ سیّد محمد علی طباطبائی کے نزدیک ۲۹ سال تھی چالیس سال والی بات درست نہیں۔ (اقوانین الشریعہ صفحہ 26 جلد 1)

پچیس سال تک رسول خداؐ کی رفاقت اور شریکِ مقصد ہونے کا شرف حاصل رہا۔

آپؑ جہاں ایک گھریلو خاتون تھیں۔ وہاں تجارت کے اصول ورموز سے بھی بکمال درجہ واقف و آگاہ تھیں۔ جس کی بدولت مکّہ سے جانے والے تجارتی قافلے میں آپؑ کا مال واسباب سب سے بڑھ کر ہوتا تھا لیکن نہ تو آپؑ کبھی کسی تجارتی قافلے کے ساتھ گئیں اور نہ آپؑ کی پاکیزہ زندگی پر کوئی حرف گیری کر سکا۔

ایں سعادت بزوبازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

پیغمبرِ اسلامؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدیجہؑ اس امت کی بہترین عورتوں میں سے ہے۔ جس طرح صاحبِ معراج نبی تک نبوت کا پہنچنا معراج نبوت ہے اسی طرح شرفِ زوجیت نبی کی معراج بھی یہی ہے کہ وہ اس خدیجہؑ تک پہنچی جو مرسل اعظمؐ کی زندگی کے دور معراج کی بیوی ہیں۔

(ملیکۃ العرب)

جناب خدیجہؑ کو تمام ازواج پر یہ شرف حاصل ہے کہ جب تک وہ شریک حیات رہیں آپؐ نے دوسری شادی نہیں کی۔ ان کے انتقال کے بعد برابر ان کو یاد کرتے تھے۔ بی بی عائشہ کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلامؐ بی بی خدیجہؑ کو اتنی اچھائیوں سے کرتے تھے کہ میں نے ایک روز عرض کیا کہ یارسول اللہؐ خدیجہ ایک بوڑھی عورت تھیں۔ خدا نے آپ کو ان سے بہتر عطا کیا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ ناراض ہو گئے اور فرمایا خدا کی قسم ان سے بہتر عطا نہیں کیا۔ خدیجہؑ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ کفر اختیار کر رہے تھے۔ اس وقت میری تصدیق کی جس وقت لوگ میری تکذیب کر رہے تھے انہوں نے اس وقت اپنا مال میرے حوالے کیا جس وقت لوگ محروم کر رہے تھے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا کی جب کہ دوسری بیویوں سے مجھے اولاد سے محروم کیا۔ (الاستیعاب صفحہ 287 جلد 4)

جناب سیدہؑ اسلام کے ساتھ پلی بڑھیں اپنی پُر برکت زندگی وحی کی شعاعوں اور السان ساز پدر کے سایہ عاطفت میں گزاری۔

ابھی دو سال کی تھیں کہ کُفارِ قریش نے اقتصادی بائیکاٹ کر دیا۔ جس کے سبب آپؑ اپنے والدین کے ساتھ تین سال تک شعبِ ابی طالب میں قید و بند میں رہیں جہاں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھوک پیاس اور دوسری سختیاں برداشت کیں۔ بعثت کے دسویں سال جب ذرا شعب ابی طالب سے نجات ملی تو مادر گرامی (جنھوں نے دس سال تک مسلسل رنج و غم برداشت کئے) کا انتقال ہو گیا۔ جناب سیدہؑ ایک فداکار ماں کی محبتوں سے محروم ہو گیئں اور آپ کا گہوارہ تربیت صرف آغوش رسالت تھا۔ عورتوں میں حضرت علیؑ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسدؑ ام ہانی، صفیہ بنت عبد المطلب وغیرہ نے آپکی خدمت کا شرف حاصل کیا۔

بابا کی دیکھ بھال اور خدمت گزاری

اُمّ المومنین جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کے بعد بی بی فاطمہؑ اپنے بابا حضورؐ کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اور ہر وقت آپ کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہتی تھیں۔

ایک دن حضور اکرمؐ تبلیغ فرما رہے تھے کہ ایک کم نصیب نے آپؐ کے سر اقدس پر گندگی پھینک دی۔ جب آپؐ گھر آئے تو بی بی فاطمہؑ آپؐ کی حالت دیکھ کر بے چین ہو گئیں۔ جا کر پانی کا برتن بھر کر لے آئیں۔ وہ آپ کے سر سے مٹی دھوتی جاتیں اور روتی جاتیں تھیں۔

بی بی کو روتے دیکھ کر آپؐ نے فرمایا بیٹی مت رو۔ اللہ تیرے باپ کو دشمنوں سے بچالے گا اور اپنے دین کی مدد فرمائے گا۔

ایک مرتبہ جب آپؐ مسجدِ حرام میں نماز ادا کر رہے تھے تو کسی کافر نے بھیڑ کی اوجھ آپؐ پر ڈال دی۔ بی بیؑ نے جب یہ منظر دیکھا تو بے تابانہ اپنے بابا کے پاس گئیں گندگی کو بابا کے فرقِ مبارک سے ہٹایا اور پھر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے سر کو صاف کیا اور پھر اپنے پدر بزرگوار کو ساتھ لے کر پلٹیں لوگ اس کم سن بچی ہمیشہ اپنے عظیم المرتبت باپ کی تنہائی کا رفیق اور مونس و غم خوار پاتے۔ وہ دیکھتے تھے کہ کس طرح یہ معصوم بچی اپنے باپ سے محبت کرتی ہے۔ ان کو ہر طرح سے آرام پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ اپنی باتوں سے طور طریقوں سے اور اپنی معصومانہ محبت سے اپنے باپ کو تسکین اور تسلی دیتی ہے اور ہر طرح ان کے دکھ بانٹنے میں مصروف رہتی ہے

ایک چھوٹی سی بچی کا اپنے باپ کے ساتھ یہ بے مثال رویہ دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ یہ بیٹی نہیں بلکہ اپنے باپ کے ساتھ ماں کا سابرتاؤ بھی کرتی ہے۔ یہ اُمّ ابیھا ہے (فاطمہؑ فاطمہؑ ہے صفحہ 171)

ادب دختر و مہر پدر

ارشاد رب العزت ہے۔لا تجعلو دعاء الرسول بینکم کدعاُ بعضکم بوضاً

(ترجمہ) کہ اے ایمان والو! رسولؐ کو اس طرح نہ پکارا کرو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضرت امام باقر علیہا السلام سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور پُر نورؐ کو یا محمدؐ کہہ کر نہ پکارو اور نہ یوں کہو یا ابا القاسم بلکہ انہیں یا نبی اللہ اور یا رسول اللہؐ کہہ کر پکارو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہا السلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت فاطمہؑ نے بجائے یا ابتِ (اے بابا جان) کے حضور اکرمؐ کو یا رسول اللہؐ کہنا شروع کیا۔

حضورؐ نے ایک دو بار تو سن لیا پھر فرمایا اے فاطمہؑ یہ تیرے اور تیری اہل نسل کے بارے میں نہیں ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ یہ آیت قریش کے جفا پسند، بد تمیز، منکر اور مجھ سے عداوت رکھنے والے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تم یا ابت کہا کرو تمہارا یا ابت کہنا میرے دل کو شاد کرنے والا اور میرے پروردگار کو زیادہ پسند ہے (تفسیر برہان صفحہ 154 جلد 3)

باپ کی جدائی کا غم

بعثت کے تیرھویں سال جب آپؑ کی عمر آٹھ سال تھی ایک شب پیغمبرِ اسلامؐ نے بحکمِ خدا اپنے وصی اور جانشیں حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سُلایا اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دو باتیں حضرت علیؑ سے خاص طور پر فرمائیں۔ ایک جو کفار کی امانتیں ہیں وہ انہیں واپس کر دینا۔

دوسرے فواطم (فواطم یعنی فاطمۃ بنت اسدؑ امیر المومنینؑ کی والدہ ماجدہ، جناب فاطمۃ الزہراؑ اور فاطمہ بنت جناب حمزہ) کو لے کر آ جانا۔ اس کے چند دنوں بعد حضرت علیؑ اُن خواتین کو جن میں جناب سیدہؑ بھی شامل تھیں محملوں میں سوار کر کے مکہ سے مدینہ لائے۔ اسطرح اس کم سنی میں باپ کی جدائی کا غم صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتی ہوئی آنحضرتؐ کے سایہ رحمت میں پہنچیں۔

<u>**تربیت**</u>

www.wilayatmission.com

اُم المومنین جناب خدیجہؑ نے ماں کی حیثیت سے اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی جس کی مثال دنیا کی کوئی ماں پیش نہیں کر سکتی۔ جناب خدیجہؑ کو علم تھا کہ ایک وقت ایسا آسکتا ہے کہ والدین کے انتقال کے بعد فاطمہؑ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں اسلئے جناب خدیجہؑ نے بی بیؑ کو صبر و قناعت کی تلقین کی اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کی عادت ڈالی اور یہ سمجھایا کہ اہل دنیا سے کسی چیز کی توقع نہ کرنا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اُم المومنین جناب اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسالت مآبؐ نے مدینہ میں ہجرت فرمائی اور مجھ سے عقد کیا اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو میرے سپرد فرمایا کہ میں ان کی خدمت مشغول اور انکی تربیت میں مصروف ہوؤں۔

خدا کی قسم بجائے اس کے کہ میں ان کو کچھ آداب سکھاؤں میں ان سے آداب سیکھتی ہوں۔ ان کو آداب سکھانے کی مطلق حاجت نہ تھی بلکہ وہ سب چیزوں کو مجھ سے کیا سب سے بہتر جانتی تھیں۔

صداقت

علم ویقین کے مطابق کسی بات کا نام سچ ہے اور خلافِ واقعہ کا نام جھوٹ ہے امام راغب اصفہانی کے نزدیک بہت سچ بولنے والے کو صدیق کہتے ہیں۔

علاوہ ازیں انہوں نے اس کے درج ذیل معانی بھی تحریر کئے ہیں۔

۱)صدیق وہ ہے جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔

۲)صدیق وہ ہے جو سچ کا اس قدر خُوگر کہ اس سے جھوٹ بن ہی نہ آتا ہو۔

۳)صدیق وہ ہے جو قول واعتقاد میں سچا ہو اور پھر اپنی سچائی کی تصدیق اپنے عمل سے بھی کر دکھائے۔(مفردات القرآن صفحہ 278)

قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت ادریسؑ اور حضرت یوسفؑ ایسے انبیاءؑ کو صدیق کہا گیا ہے جبکہ مادر عیسیٰؑ کے بارے میں ارشاد ہے واُمّہ صدیقۃ کہ ان کی ماں(مریمؑ)بڑی سچی اور راست باز تھی۔(المائدہ 75)

مسند ابی یعلی میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ میں رسول خداؐ کے بعد جناب فاطمہؑ سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں دیکھا۔(بحارالانوار صفحہ 84 جلد 43)

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ (جناب زہراؑ) صدیقہ تھیں۔ جناب رسول خداؐ نے مولا علیؑ کے امتیازی فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا اے علیؑ اوتیت زوجۃ صدیقۃ مثل ابنتی۔ اللہ پاک نے تجھے میری بیٹی فاطمہؑ جیسی صدیقہ زوجہ عطا فرمائی ہے۔ (ریاض النضرہ صفحہ 268 جلد 2)

صداقت کی اس امتیازی خصوصیت کی بنا پر جناب رسول خداؐ آپ کو مباہلہ میں اپنے ساتھ لے گئے تھے تا کہ مل کر جھوٹوں پر لعنت کر سکیں اور یہ سچائی ہی کی خوبی ہے کہ جس کی وجہ سے قدرت نے حکم دیا

کونوا مع الصّادقین۔ التوبہ 119

ترجمہ) کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

عزت وعظمت

جناب سیّدہؑ نے فضائے علم میں آنکھیں کھولی تھیں۔

تعلیماتِ قرآن سے تربیت حاصل کی تھی۔ آغوشِ رسالت میں اُصول زندگی سیکھے تھے۔ آپ علم و فضل، معرفت خدا، اطاعت رسولؐ، ورع و تقویٰ، عفت و طہارت اور تقدّس و عظمت کے لحاظ سے خواتینِ عالم میں افضل ترین خاتون تھیں۔

بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ کو مردوں میں سے علیؑ سے بڑھ کر کوئی پسندیدہ نہ تھا اور

عورتوں میں سے فاطمہؑ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔(ترمذی شریف صفحہ 226 جلد 1)

آپؐ فرماتے تھے فاطمہؑ میرا قلب اور فاطمہؑ میری روح ہے میں اس سے بہشت (کے سیب) کی خوشبو سونگھتا ہو۔(کشف الغمہ صفحہ 24 جلد 2)

حضورؐ جہاں اپنے میوہ دل اور نور چشم سے محبت فرماتے تھے وہاں آپ کی عزت بھی کرتے تھے۔ محبت کے مظاہروں میں سے ایک یہ تھا کہ جب کبھی آپ سفر پر جاتے تھے تو سب سے آخر میں آپ سے ملنے جاتے اور جب واپس لوٹتے تو سب سے پہلے آپکو دیکھنے تشریف لے جاتے تاکہ اپنی بیٹی سے جدائی کم رہے۔

آپ نے اپنے اس عمل سے لوگوں کو یہ بات سمجھائی ہے کہ بیٹیاں بھی بیٹوں کیطرح ماں باپ کے پیار کی حقدار ہیں۔

اور عزت واحترام کا مظاہرہ یہ تھا کہ جب جنابِ فاطمۃ الزہراؑء آپکی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپؐ بے ساختہ مسند رسالت چھوڑ کر استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ پیشانی پر بوسہ دیتے اور ہاتھ تھام کر اپنی مسند پر بیٹھا لیتے تھے۔

یہ فعل کسی عام انسان کا نہ تھا بلکہ اس محبوب خدا کا تھا جس کا ہر قول و فعل عین وحی اور مشیتِ الٰہی کے مطابق تھا اگر عند اللہ بی بی کا عظیم نہ ہوتا تو آپؐ ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ وہ آپ کی دختر تھیں۔ خدا نے اولاد کو اپنے باپ کی تعظیم کا حکم دیا ہے نہ کہ باپ کو اولاد کی تعظیم کا جبھی تو شاعر نے کہا ہے۔

ایں محبت از محبت ہاجد است حُبِّ محبوب خدا حبِ خدا است

حضورؐ نے فرمایافاطمۃ بضعۃ مِنّی (بخاری شریف صفحہ 532 جلد 1) کہ فاطمہ میرا پارہ تن اور میرے جسم کا ایک حصہ اور ٹکڑا ہے۔ جو نسبت جز کو کل سے ہوتی ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ

جگر جگر است دگر دگر است

جو خاصیتیں کُل میں ہوں وہی جُز میں ہوں گی۔ جنابِ بتول کو اپنا ٹکڑا کہہ کر رسالت مآبؐ نے یہ واضح فرمادیا کہ فاطمہؑ کو مجھ سے جدا نہ سمجھیں کیونکہ وہ تو میرا جز ہے یعنی میں نور ہوں تو وہ بھی نور ہیں میں معصوم ہوں تو وہ بھی معصوم ہیں۔ میں ہادی ہوں تو وہ بھی ہادیہ ہیں۔

چونکہ کوئی چیز اپنے ٹکڑے اور جز کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔ لہذا آپؐ نے جناب سیدہؑ کو اپنا حصہ اور ٹکڑا کہہ کر یہ بتلادیا کہ اگر فاطمہؑ نہ ہوتی تو میرے فضائل اور مشن کی تکمیل نہ ہوتی کیونکہ حضورؐ اقوال سے تو لوگوں کی ہدایت کر سکتے تھے اور مقام اتباع میں مردوں کے لئے نمونہ عمل بن سکتے تھے مگر خواتین کے لئے نمونہ عمل نہیں بن سکتے تھے۔

لہذا ضرورت تھی کہ خزانہ رسالت میں ایک ایسا گوہر بے بہا بھی ہو جس کا کردار خواتین کیلئے ویسے نمونہ عمل ہو جیسے آپ کا مثالی کردار مردوں کیلئے نمونہ ہے اس کیلئے قدرت نے حضور پر نورؐ کو جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی شکل میں انسانی حور کرامت فرمائی لہذا حضورؐ کا سراپا تعظیم کھڑے ہونا محض اپنی بیٹی کے لئے نہ تھا بلکہ اس

منصب کی تعظیم تھی جو فاطمہؑ کے سپرد تھی اور یہ وہ خصوصیت ہے جو کسی دوسری خاتون کے حصے میں نہیں آئی۔

جلوہ نمائے شمع حقیقت ہیں فاطمہؑ آئینہ کمال نبوت ہیں فاطمہؑ

یہ مانتا ہوں ان کو رسالت نہیں ملی لیکن شریک کار رسالت ہیں فاطمہؑ

شان جناب سیدہؑ

قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا وعلیٰ ولدہِ السلام کے متعلق مختلف مقامات پر متعدد آیات ملتی ہیں۔ منجملہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۳۶۔۳۷ ملاحظہ فرمائیں (مادر مریمؑ نے عرض کیا)

ترجمہ) کہ اے میرے پروردگا میں نے اس نوزائیدہ بچی کا نام مریم رکھا ہے اور اس کو اور اس کی ذریت کو شیطان رجیم (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس اس کے رب نے ان کو اچھی طرح قبول فرمایا اور اس کی نشو ونما کا اچھا انتظام کیا اور ذکریا کو اس کی تربیت کا ذمہ دار بنایا

اہم نکات

بی بی مریمؑ کی ماں نے ان کا نام تجویز کیا۔

مادر مریمؑ نے دعا کی کہ اے خدا تو میری مریمؑ اور اسکی اولاد کو شیطان سے دور رکھ۔

خدا نے اسے بطریق احسن کو قبول فرمایا۔

بی بی مریمؑ کی نشو ونما کا اچھا انتام فرمایا۔

ان کی تربیت کا ذمہ دار ایک عابد وزاہد پیغمبر حضرت ذکریاؑ کو بنایا۔ اب یہیں سے معصومہ کونین کی شخصیت نمایاں ہو جاتی ہے، جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ الزہراؑ صلوات اللہ علیہا کا نام بحکمِ الہیٰ خاتم الانبیاءؐ تجویز کرتے ہیں اور یہ نام خدا کے پاکیزہ نام فاطر السموات والارض سے تعلق رکھتا ہے

گویا خدا جن آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے جناب فاطمہؑ ان آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ انکے اندر موجود ہے ان سب کی سردار اور مخدومہ ہیں۔

جس طرح حضرت مریمؑ کے حق میں ان کی والدہ معظمہ (جو یقیناً نبی نہ تھیں) نے دعا کی اسی طرح حضرت فاطمہؑ کیلئے ان کے والد بزرگوار نے جو نہ صرف پیغمبر تھے بلکہ سردار انبیاءؑ اور سرور کائنات تھے دعا فرمائی اور اپنی دعا میں آنحضرتؐ کو بھی شامل فرمایا

آپ نے دعا فرمائی اللھم انھما احب الخلق الی فاحبّھما۔ اے خدا تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ میرے محبوب یہی دونوں علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ لہذا تو بھی انہیں اپنا محبوب بنالے اور ان کی نسل کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ اس کے بعد جو فقرہ ہے وہ شخصیت جناب زہراء کو اجاگر کر دیتا ہے۔

ودعا لفاطمة اذهب الله عنك الرجس وطهرك تطهيرا

اور دعا کی اور کہا اے فاطمہؑ اللہ تعالیٰ نے تم کو ہر قسم کے رجس سے دور رکھا اور تم کو کماحُقّہ پاک و پاکیزہ قرار دیا۔ (اعیان الشیعہ صفحہ 133 جلد 1)

حضرت ذکریا پیغمبر تھے مگر فضیلت میں حضور پر نورؐ کے ہم پلہ نہ تھے۔ ان کی تربیت سے جناب مریم طاہرہ معصومہ بنی تو پیغمبر اسلامؐ کی تربیت نے جناب زہراؑ کو عصمت و طہارت کا کامل نمونہ بنا دیا۔

جناب ذکریاؑ حضرت مریمؑ کی تعظیم کیلئے کھڑے نہ ہوتے تھے مگر جناب ذکریا کے سردار فخر مریم کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے جناب مریمؑ اور جناب فاطمہؑ دو بیبیاں ایسی ہیں جن کے باپ کی نسل ان سے چلی۔ بی بی مریمؑ کی کفالت جناب ذکریاؑ نے کی اور جناب فاطمہؑ کی کفالتِ حضور پر نورؐ نے فرمائی۔ ظاہر ہے کہ کفالت رسولؐ تمام انبیاؑ کی کفالت سے افضل ہے۔

بقول اقبال

مریم از یک نسبت عیسیٰؑ عزیز

از سہ نسبت حضرتِ زہراؑ عزیز

حضرت مریمؑ کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں جبکہ جناب زہراؑ تین نسبتوں سے ہمارے لئے معزز و محترم ہیں۔

نورِ چشم رحمۃ للعالمینؐ آں امام اوّلین و آخرین

بانوی آں تاجدار اہل اتیٰ مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا

مادرِ آں مرکز پرکارِ عشق مادرِ آں قافلہ سالارِ عشق

پہلی نسبت یہ ہے کہ حضرت رحمۃُ اللّعالمینؐ کی نورِ نظر تھیں جن کی ذات گرامی اوّلین و آخرین کی امام ہے۔

دوسری نسبت یہ ہے کہ آپ تاجدارِ اھل اتیٰ مرتضیٰ مشکل کشا شیر خداؑ کی زوجہ مکّرمہ ہیں۔

تیسری نسبت یہ ہے کہ آپؑ دو عظیم ہستیوں کی والدہ ماجدہ ہیں جن میں سے ایک تو عشق خدا کے پرکار کے مرکز بنے اور دوسرے قافلہ عشق کے سالار بنے۔

جناب مریمؑ کی حیات خوش صفات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ وہ مقدّسہ بی بی بیٹی کا نمونہ بن سکتی ہیں۔ماں کا نمونہ بن سکتی ہیں مگر شریکِ حیات کی حیثیت سے جو فرائض ہیں اس کا نمونہ نہیں بن سکتیں۔

اس کیلئے ضرورت تھی جناب زہراؑ ایسی معظّمہ خاتون کی جسکی ذات بابرکات ہر سہ جہات کی جامع اور مصداق کامل تھیں چنانچہ بحیثیت دختر رسالت مآبؐ کے ساتھ مباہلے میں شامل ہوئیں۔

بحیثیتِ ماں حسنین علیہم السلام ایسے فرزندان اور زینبؑ اُمّ کلثومؑ ایسی دختران کی تربیت فرمائی۔

نورِ نگاہ چشمِ رسالت ہے فاطمہؑ

تابندگی اَوجِ امامت ہے فاطمہؑ

امتیاز جناب سیدہؑ

آپ تاریخ کی وہ واحد خاتون ہیں جو خاتم الانبیاءؐ کی بیٹی خاتم الاولیاءؑ کی زوجہ، جوانانِ جنت کے سردار کی ماں اور نوہادی آئمہؑ کی جدہ معظمہ ہیں۔

آپ کے علاوہ یہ اعزاز ازل سے ابد تک کسی اور خاتون کو نہ حاصل ہوا اور نہ ہی حاصل ہو سکے گا۔

ایک دوسری حیثیت سے بھی سیدہ عالمؑ کی خصوصیت ملاحظہ کیجئے۔

دنیا کی ہر عورت میں تین نقص پائے جاتے ہیں۔

اول: ناقص العقل ہے۔

دوم: وہ ناقص العبادۃ ہے یعنی ہر ماہ اس کو چند روز کیلئے عبادت سے محروم رہنا پڑتا ہے۔

سوئم: وہ ناقص الحظ ہے یعنی میراث میں اس کا حصہ مرد سے آدھا ہے لیکن سیدہ عالمؑ کی ذات بابرکات ان تین عیبوں سے منزّہ اور مبرّا تھی۔

۱)وہ ناقص العقل نہ تھیں کیونکہ عصمت کا ان پر سایہ تھا۔ مباہلہ میں رسولؐ ان کو مرد کے برابر گواہ بنا کر لے گئے۔

۲)وہ ناقص العبادۃ بھی نہ تھیں کونکہ ہر قسم کے رجسِ ظاہری سے پاک تھیں

۳)ناقص الحظ بھی نہ تھیں کیونکہ رسولؐ کے پورے ترکہ کی مالک تھیں۔

جناب مریمؑ طاہرہ ضرور ہیں اسلئے ناقص العبادت تو نہیں کہیں جا سکتیں لیکن باقی دو فضیلتوں کا اظہار ان سے نہیں ہوا۔ (افادات ادیب اعظم)

صادق آلِ محمدؐ نے فرمایا کہ جناب مریمؑ اسلئے بتول تھیں کہ وہ مردوں سے الگ رہیں اور جناب فاطمہ اسلئے بتول ہیں کہ ان کا کوئی نظیر نہیں۔

حضرت مریمؑ عذرا اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں لیکن جناب فاطمہ الزہراؑ ساری خدائی کی اگلی پچھلی سب عورتوں کی سردار ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مریمؑ کو جو اصطفک علی نساء العالمین کہا گیا ہے اس میں العالمین کی لفظ شمول مکانی کی حامل ہے یعنی اس دور میں تمام عالم کی عورتوں میں ان کی مثل نہیں تھی۔

شمول زمانی کی حامل نہیں ہے اسلئے کہ ان کے بعد کوئی خاتون ان سے افضل ہو سکتی ہے لیکن حضرت فاطمۃ الزہرا اسلام اللہ علیہا کیلئے جو سیدہ نساء العالمین کہا گیا اس کا دائرہ وہی ہے جو اس کے پہلے ان کے پدر بزرگوار کیلئے وما آرسلنك الا رحمةً للعالمين کا اور وہی ہے جو وسعت ربوبیت کے مقام میں الحمد للہ رب العالمین کا ہے جس سے کوئی مخلوق باہر نہیں۔ (تفسیر فصل الخطاب صفحہ 145 جلد 2)

علیؑ کے گھر سے خدا کے گھر تک شعور کی کہکشاں ہے زہراؑ

بتول و مریم میں کیسی نسبت! کہاں ہے مریم کہاں ہے زہراؑ

جناب مریمؑ کہاں ہے زہراؑ تو انبیاؑء سے بھی بڑھ گئی

کہ اس کا بیٹا تو اسکے لختِ جگر کا بے لوث مقتدی ہے

رسالت مآبؐ نے فرمایا فاطمة سیدة نسا علیہ السلام اھل الجنة کہ فاطمہؑ اہل جنت کے عورتوں کی سردار ہیں یعنی جنت میں جانے کا جو معیار ہے وہ میری بیٹی میں اتنے کمال کے نقطہ پر ہے کہ قیامت تک کوئی مسلمان خاتون جنت میں جانا چاہے تو اس کے پیچھے چل کر ہی جاسکتی ہے اس سے آگے چل کر نہیں۔(افادات سید العلماءعلامہ رلی نقیؒ)

مردوں کے لئے بہت سارے ہادی آتے رہے۔ رسالت مآبؐ کے بعد ان کا سلسلہ یکے بعد دیگرے جاری رہا لیکن عورتوں کی ہدایت کو صرف سیدہ عالمؑ کا اسوہ حسنہ کافی سمجھا گیا جو قیامت تک نسواں ِ والم کیلئے نمونہ عمل رہے گا۔

محبوبِ کبریا تو رسولؐ انام ہیں ہادی خلقِ دہر میں بارہ امام ہیں

دنیا میں عورتوں کی ہدایت کے واسطے ایک فاطمہؑ ہیں جن پر درود و سلام ہیں

شادی خانہ آبادی

جب آنحضرتؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت جناب سیّدہؑ دوشیزہ تھیں۔

شریعتِ اسلام کا حکم ہے کہ جب لڑکی سنِ بلوغ تک پہنچ جائے تو اس کی شادی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔

آنحضرتؐ نے جب اپنے نورِ چشم کی شادی کرنا چاہی تو متعدد اصحابِ رسول خطبہ معصومہ کونینؑ کے لئے آئے تاکہ حضورؐ کی دامادی کا شرف حصل کر سکیں مگر پیغمبرِ خداؐ خاموش ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو فضائل و مناقب اور اخلاق و کردار میں جناب فاطمہؑ کا ہم سر ہوتا۔ پیغمبرِ خداؐ کا یہ سبق آموز رویہ بتلاتا ہے کہ شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کے حالات کا جائزہ لیا جائے اور اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ عبد الرحمٰن بن عوف (جو مالدار ہونے کی وجہ سے زیادہ مہر شوہر کی عظمت تصّور کرتے تھے) نے حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر جنابِ سیدہؑ کا رشتہ بایں الفاظ طلب کیا کہ اگر فاطمہؑ کی شادی میرے ساتھ کر دیں تو میں سو اونٹ دوں گا جو مصر کے قیمتی کپڑوں سے لدے ہوں گے۔ علاوہ ازیں سونے کے دس ہزار دینار دوں گا۔ یہ سن کر آنحضرتؐ بہت ناراض ہوئے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ میں سنگریزے اٹھائے وہ تسبیح کرنے لگے۔ ان کو دامن میں ڈالا تو وہ موتی اور مرجان بن گئے۔ یہ جواب تھا مہر کی زیادتی کا۔

جب خواستگاری کے پیغام مسلسل آنے لگے تو آپ نے ان کے جواب میں فرماتے

زہراؑ کنیز حضرت پرورد گا ہے تزویجِ فاطمہؑ میں اسے اختیار ہے

میں اس رشتہ کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا معاملہ اپنے مالک کے سپرد کرتا ہوں وہ جس کے ساتھ چاہے گا اور حکم دے گا میں اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کر دوں گا۔

یہ سن کر لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ انہیں شادی کرنا ہی نہیں ہے بھلا کسی کی بیٹی کا حق خدا کو بھی ہوتا ہے ؟

یہاں یہ باتیں ہونے لگیں اور وہاں جناب رسول خداؐ خاموشی سے حکمِ خدا کا انتظار کرنے لگے۔

آخر ایک فرشتہ نازل ہوا جس نے کہا میرا نام محمود ہے۔ خدا نے مجھے اسلئے بھیجا ہے کہ نور کا تعلق نور سے کر دوں۔

فرمایا کس کا کس سے ؟

اس نے کہا فاطمہؑ کا علیؑ سے۔

ابھی فرشتہ واپس ہی ہوا تھا کہ مولا علیؑ تشریف لے آئے اور آپ سے اس سلسلہ میں درخواست کی۔

آپؐ نے یہ کہہ کر رشتہ قبول کر لیا کہ تمہارے آنے سے پہلے فرشتے نے آکر مجھے بتلایا کہ بحکم خدا فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کر دو۔

غور فرمائیں شادی رسولؐ کا ایک بلکل پرسنل اور ذاتی مسئلہ تھا مگر خدا نے بتادیا کہ وہ میرا رسولؐ ہے اسے گھر داماد بنانے کا حق نہیں ہے مجھے ہے۔ اس کے بعد آپ جناب زہراؑء کے پاس آئے اور بیٹی سے فرمایا کہ علی ابن ابی طالبؑ وہ ہیں کہ تم ان کی قرابت جانتی ہو اور اسلام میں ان کے فضل و شرف سے واقف ہو۔ میں نے اللہ کے حضور یہ سوال کیا تھا کہ تمہارا نکاح خیرِ خلق اور اللہ کے سب سے محبوب بندے سے ہو جائے۔ علی ابن ابی طالبؑ نے تمہارے بارے میں کچھ ذکر کیا تمہاری رائے کیا ہے؟

معصومہ عالم نے یہ سن کر سکوت کیا (جو رضامندی کا مودبانہ اظہار تھا) تو رسولؐ بیت الشرف سے تکبیر کہتے ہوئے باہر آئے اور یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو آج تک کنواری لڑکیوں کے بارے میں فقہاء کیلئے ایک سند ہے اسکو تھا اقرار فرمایا کہ اس کا چپ رہنا اقرار کی دلیل ہے۔

اور پھر آپ نے فرمایا کہ کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری بیٹی کا کوئی کفو نہ تھا کیونکہ بیٹی تھی معصومہ اور زوجہ پر شوہر کی اطاعت واجب ہے۔ لہذا اگر معصوم نہ ہوتا تو بیٹی بیاہی نہ جاتی۔

نورین نیّرین کا یہ عجیب اور بے مثال قِران السعدین ہے کہ شوہر بھی معصوم ہو اور زوجہ بھی عصمت مآب جبھی تو حضرت ابن عباسؓ کو یہ کہنا پڑا کہ خدا کی قسم علی ابن ابی طالبؑ کے سوا کوئی بھی جناب فاطمۃ الزہراؑ کا جوڑ اور کفو نہ تھا

بقول میر انیس حضورؐ نے فرمایا۔

پیدا اگر جہاں میں نہ ہوتا میرا وصی

دنیا میں پھر بتولؑ کا ہمسر نہ تھا کوئی

شمس الضحیٰ علیؑ ہیں تو بدر الدجیٰ ہیں یہ

زاہد ہیں حق پرست ہیں خوشخو ہیں نیک ہیں

دونوں خدا کے فضل سے رُتبے میں ایک ہیں

بانوئے اسلامؑ کا مہر

جب حضرت علی علیہ السلام نے رشتے کی خواستگاری کی تو حضورؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا شادی کیلئے کچھ تمہارے پاس ہے؟

عرض کی میرا حال آپ پر روشن ہے۔ (اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مولا علیؑ کوئی نادار شخص تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ جو کچھ کماتے غریبوں اور ناداروں پر خرچ کر دیتے تھے۔ خود فاقے سے رہتے مگر غریبوں کی پرورش کرتے جسکی وجہ سے درہم و دینار آپؑ کے پاس ذخیرہ نہ رہتے۔ آپؑ کی فیاضی اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں میرے اوپر کبھی زکوۃ واجب نہیں ہوئی۔ کیا سخی لوگوں پر بھی زکوۃ واجب ہو سکتی ہے یعنی کبھی اتنا مال جمع ہی ہوا کہ اس پر زکوۃ کی ادائیگی کا مرحلہ آتا۔ نیز فرمایا کہ جس دن میں نے جناب سیدہؑ سے شادی کی اس

دن میرے پاس بچھانے کو چادر بھی نہ تھی لیکن اس دن میں نے اپنی جو کمائی راہ خدا میں خیرات کی وہ اسقدر تھی کہ اگر تمام بنی ہاشم میں تقسیم کی جاتی تو پھر بھی بچ جاتی۔ بحارالانوار صفحہ ۴۱ تا ۴۳ جلد ۴۱)

آپ نے فرمایا کہ تلوار راہ خدا میں جہاد کے لئے ضروری ہے اور اُونٹ بھی تمہاری زندگی کے لوازم میں سے ہے تاکہ اس سے پانی کھینچ کر اپنے اور اپنے گھر کی اقتصادی اور مالی حالت سنوار سکو اور مسافرت میں اس پر سامان لاد سکو۔

صرف ایک چیز ہے جسے نظر انداز کر سکتے ہو اور وہ ہے تمہاری زِرہ جس کی تم کو ضرورت نہیں۔ اگر غور کریں تو پیغمبر اسلامؐ کے اس فرمان میں مولا علیؑ کی توصیف ہے کہ تم ایسے بہادر ہو کہ تمہیں زرہ کی ضرورت ہی نہیں اور فرمایا کہ ابھی اٹھو اور اس زرہ کو جو تم نے حضرت زہراؑ کے لئے مہر قرار دی ہے بازار میں فروخت کر دو اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ تاکہ جہیز کے علاوہ تمہارے لئے گھر کے اسباب مہیا کروں۔

چنانچہ حضرت علیؑ نے زرہ بازار میں ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان کے ہاتھ پانچ سو درہم میں فروخت کر دی۔ واضح ہو کہ جناب رسول خداؐ نے جناب سیدہؑ کا مہر پانچ سو درہم مقرر فرمایا۔ (سنت حق مہر پانچ سو درہم ہے جو کہ پچاس دینا کے مساوی ہے اور دینار کی مقدار ۱۸ نخود ہوتے ہے بنابریں اگر کوئی یہ کہے کہ اس نے کتاب اللہ اور سنت نبوی کے مطابق مہر پر عقد کیا اور زر مہر کا ذکر نہ کرے تو اس سے مراد پانچ سو درہم ہی لئے جائیں گے)

محفل عقد

ماہ ذی قعد 2ھ کو مسجد نبوی میں محفل عقد آراستہ ہوئی جس میں صحابہ کرام نے شرکت فرمائی۔ آنحضرتؐ نے خطبہ نکاح پڑھا۔

خطبہ و نکاح کے بعد ایک روایت کے مطابق حضورؐ نے فرمایا اے علیؑ تم میرے اچھے بھائی، اچھے داماد اور اچھے ساتھی ہو۔ اللہ کی رضا تمہارے لئے کافی ہے۔

یہ سن کر حضرت علیؑ نے سجدہ شکر ادا کیا اور فرمایا

رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی

ترجمہ) پروردگار مجھے توفیق عطا فرما کہ جو نعمت تو نے مجھے بخشی ہے اس کا شکر گزار رہوں۔

حضورؐ کی دعا اور صحابہ کرام کی طرف سے تہنیت اور مبارکباد کے بعد چھوہارے تقسیم کئے گئے۔

جب جناب سیدہؑ کا عقد ہو چکا تو آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا! اے فاطمہؑ! تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ خداوند کریم نے تمام اہل زمین میں سے دو شخصوں کا انتخاب فرمایا ہے جن میں سے ایک تمہارا باپ ہے دوسرا تمہارا شوہر (علیؑ) ہے۔

جہیز

مہر کی رقم لے کر رسول اکرمؐ نے جہیز کا انتظام فرمایا۔ جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جہیز بدعت نہیں بلکہ رسولؐ کی سنت ہے۔

رسولِ خداؐ نے حضرت ابو بکر جناب سلمان فارسیؓ اور جناب بلالؓ کو بلایا اور انہیں کچھ درہم دے کر فرمایا کہ اس مقدار سے فاطمۃ الزہراؑ کے لوازمات اور اسبابِ زندگی خرید لاؤ۔

اور کچھ درہم بی بی اسماء کو دیئے اور فرمایا کہ اس سے عطر اور خوشبو (جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے عقد کے موقعہ پر زیادہ رقم عطریات اور خوشبوؤں کی خرید پر صرف ہوئی اسلئے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ خوشبو پر جو کچھ صرف کیا جائے وہ اصراف میں داخل نہیں) مہیا کرو اور جو درہم باقی بچے وہ اپنی پھوپھی زاد جناب اُم سلمہ کے پاس رکھدیئے۔

حضرت ابو بکر فرماتے ہیں جب میں نے درہم گنے تو ٦٣ درہم تھے جن سے میں نے یہ اسباب اور لوازمات خریدے۔

ایک سیاہ خیبری چادر، کپڑوں کا یک جوڑا، ایک تخت، ایک بستر، چار عدد طائف کے چرمی تکیے جو خوشبودار گھاس سے بھرے ہوئے تھے۔ ایک ریشمی پردہ، آٹا پیسنے کی چکی، ایک تانبے کی لگن، ایک مشک اور ایک مشکیزہ، دودھ دوہنے کا ایک برتن، ایک لوٹا، لکڑی کا ایک کاسہ، ایک جانماز، ایک گھڑا اور مٹی کے دو آبخورے۔

یہ تھا سرکار دوعالم کی دختر اور سرزمین حجاز کی متمول ترین خاتون جناب خدیجۃ الکبری کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی کا جہیز جس کا آج کل کوئی تصور نہیں ہے

جب جنابِ زہراؑ کا جہیز جناب رسول خداؐ کے سامنے لے آئے تو اسے دیکھ کر آپؐ کی چشمِ مبارک سے آنسو جاری ہوگئے اور آسمان کی طرف سپنے ہاتھوں کو بلند کر کے فرمایا اے خدا! اس شادی مبارک فرما جس کے اکثر برتن مٹی کے ہیں۔

درسِ عمل

نور کی شہزادی اور مولا علیؑ کی شادی اسلامی نمونہ کی سب سے اہم اور حساس ترین شادی ہے

اس قسم کی شادی کو خاص مقام اور شان و شوکت سے منعقد ہونا چاہیئے تھا لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ یہ نہایت سادگی سے انجام پذیر ہوئی۔

اسلام کی مثالی خاتون کا جہیز (جہیز جس کا تعلق وراثت سے نہیں ہے بلکہ یہ بیٹی کا ایک اضافی حق ہے جو والدین کی طرف سے حسبِ توفیق اس کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بطعر ہدیہ اور تحفہ دیا جاتا ہے تا کہ کہ عملی زندگی کی ابتداء میں وہ اس کے کام آ سکے۔

(بعض صاحبان حیثیت بھاری جہیز دے کر خود کو میراث دینے سے بری الذّمہ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ میراث کے خداداد حق کا نعم البدل نہیں بن سکتا) بھی خود جناب زہرا ؑ کے مہر سے خریدا گیا۔ یوں نہیں کیا گیا کہ حق مہر کو محفوظ کر لیا گیا ہو اور لڑکی کے باپ نے ہزاروں مشکلات سے اپنی لڑکی کیلئے جہیز اپنی جیب سے مہیا کی ہو۔

پیغمبر خدا ؐ جیسے بھی ہو تا زمانے کے معمول کے مطابق خاصہ جہیز اپنی اکلوتی اور پیاری بیٹی کو مہیا کرتے اور یوں کہتے کہ میں پیغمبرِ خدا ؐ ہوں مجھے اپنی شان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

میری بیٹی دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ایک ہے۔ اس کی عزت و عظمت کے مطابق اسکی خوشی کے اسباب فراہم کرنے چاہئیں۔

میرے داماد کی خدمت اور جہاد کسی کی مخفی نہیں۔ اسکی رحمتوں کی قدردانی اور اکرام کے طور پر اس کی شان کے لحاظ سے بہترین وسائل اور اسباب مہیا کرنے چاہئیں۔

لیکن پیغمبر اسلام ؐ کو معلوم تھا کہ زیادہ جہیز دینے سے کئی قسم کی برائیاں پیدا ہوں گی۔

اگر مسلمان اس مصیبت میں گرفتار ہو گئے تو انہیں اجتماعی غربت، اقتصادی دیوالیہ پن اور کثرت طلاق، جوانوں میں شادی کا رجحان کم ہو جانے اور روز بروز غیر شادی شدہ نوجوانوں اور لڑکیوں میں اضافہ ، جرائم کا پھیلاؤ اور اخلاقی و اعصابی بیماریوں جیدے مصائب میں گرفتار ہونا پڑے گا۔

اسی لئے یہ مثالی شادی جس کے منتظمین اسلام کی پہلی اور دوسری شخصیت تھیں کمال سادگی سے عمل میں لائی گئی تاکہ بیٹی کی رخصتی قیامت تک آنے والی امت کے لئے اسوہ حسنہ بن کر پیش نظر رہے کہ امت کا امیر تو اپنی بیٹی کو بیش قیمت جہیز کے ساتھ رخصت کر کے دل ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ غریب باپ کم سے کم سادہ جہیز کے ساتھ بیٹی کو رخصت کرتے وقت اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ دکتا ہے کہ بیٹی صبر کر نبیؐ نے فاطمہؑ کو اس سادگی سے رخصت کیا تھا اور فاطمہؑ کے نمونہ عمل سے بڑھ کر کوئی نمونہ نہیں بنا بریں

علامہ اقبال نے ہر دختر اسلام کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

فطرت تو جذبہ ہا دارد بلند چشم ہوش از اسوہ زہراء مبند

کہ اے مسلمان خاتون تیری فطرت میں بلند جذبے ہیں تو حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے اسوہ کی پیروی سے ہوشمند آنکھیں بند نہ کر بلکہ اسوہ فاطمہؑ پر عمل کر کے کامیاب و کامران ہو۔

عجلہ عروسی کا سامان

حضرت علی علیہ السلام نے مندرجہ ذیل اسباب عجلہ عروسی کے لئے مہیا کر رکھے تھے۔

۱)دو دیواروں کے درمیان ایک چوب (بطور کھونٹی) لگائی گئی تھی تاکہ اس پر کپڑے اور مشک ٹانگی جاسکے۔

۲) گوسفند کی ایک کھال۔

۳)ایک عدد تکیہ۔

۴)ایک عفف مشک۔

۵)ایک عدد آٹے کی چھاننی۔

دعوت ولیمہ

www.wilayatmission.com

حضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ عروسی میں ولیمہ دیا جائے اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ میری امت شادیوں میں ولیمہ دیا کرے۔

حضرت علیؑ نے صحابہ کو دعوت عام دے دی۔ جب انہیں جناب سیدہؑ کی رخصتی کا علم ہوا تو وہ اپنے ہمراہ تحفے تحائف لے کر آئے۔ ولیمہ تین دن تک جاری رہا جس میں مہمانوں کی پذیرائی اور ضیافت روٹی، گوشت، گھی، خرما اور رائتہ سے کی گئی۔

مسجد میں دستر خوان بچھایا گیا جس میں مدینہ کے چار ہزار مرد و زن نے کھانا کھایا مگر کم نہ ہوا۔

خیر النساءؑ کی رخصتی

عقد کے ایک ماہ بعد یعنی ذی الحجہ 2 ھ میں بی بی پاک کی رخصتی عمل میں آئی۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم خانہ رسولؐ سے رخصت ہو کر اپنے گھر آنے لگے تو حضورؐ نے زنان ہاشمی اور مہاجر خواتین کو حکم دیا کہ وہ فاطمہؑ کے ہمراہ جائیں۔ بیشک انہیں رجز خوانی، خوشی، تکبیر اور حمدِ الٰہی کی اجازت ہے لیکن کسی عورت کی زبان سے ایسا کوئی کلمہ نہ نکلے جو خالق کی ناراضگی کا باعث ہو۔ چنانچہ وہ سب بیبیاں ساتھ رجز پڑھتیں، تکبیریں کہتیں اور حمد خدا بجالاتی ہوئی چلیں۔

اس پر مسرت موقع پر دیگر خواتین کے علاوہ اُمہات المومنین نے بھی اشعار کہے۔ منجملہ ہم یہاں (بنا پر اختصار) بی بی عائشہ کے فرمودہ اشعار میں ایک دو مصرعے نقل کرتے ہیں۔

والحمد للہ علی افضالہ　　　والشکر للہ العزیز القادر

سرن بہا فا للہ علی ذکرھا و　　　خصھا منہ بطھر طاھر

(اعیان الشیعہ صفحہ 312 جلد 1 عوام العلوم صفحہ 300 جلد 1)

حمد و ثناء اللہ کے لئے ہے۔ اس کے احسنات پر اور ہر طرح کا شکر خدائے قادر و غالب کیلئے ہے۔

وہ بھی ایسی محترمہ کے ساتھ چلیں جسکے ذکر کو خدا نے بلند کیا اور ان کو طہارت حقیقی کیساتھ مخصوص کیا۔

اگرچہ عروس و نوشاہ کے گھروں میں کوئی خاص فاصلہ نہ تھا لیکن پھر بھی بروایت جابر رضوان اللہ علیہ آنحضرتؐ نے جناب زہراء سلام اللہ علیہا کو خود ناقہ پر سوار فرمایا اور اس کی نکیل جناب سلمان رضوان اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔

آپؐ بہ نفسِ نفیس ناقہ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ جناب حمزہؓ، عقیلؑ، جعفرؑ اور دیگر بزرگانِ اہل بیتؑ بھی آپ کے ہمراہ شمشیریں لئے ہوئے تکبیریں کہہ رہے تھے۔ ان کی تکبیروں کے ساتھ اور بہت سی تکبیروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

جب آنحضرتؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیل امین بھی ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اس جلوس میں شریک ہیں اور وہ سب تمہارے ساتھ مل کر تکبیروں کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔

اسی بنا پر علماء وفقہاء فریقین نے رخصت عروس کے وقت نعرہ تکبیر کو بلند کرنے کو مسنون اور بعضوں نے مستحب قرار دیا ہے۔

اسی طرح جب حضرت علی علیہ السلام کے گھر پہنچے تو جناب فاطمہؑ کا ہاتھ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا بارك الله لك في بنة رسول الله بنت رسول کا تمہارے گھر آنا مبارک ہو۔

جب آپؐ نے چاہا کہ حجلہ عروسی سے باہر آئیں تو جناب فاطمہؑ نے آپؐ کا دامن پکڑا اور رونا شروع کر دیا۔

آپؐ نے فرمایا میری پیاری بیٹی میں نے سب سے زیادہ صابر اور دانا انسان سے تیری شادی کی ہے۔

اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ کر فرمایا کہ خدا تمہیں اور تمہاری نسل کو پاک و پاکیزہ رکھے۔ میں تمہارے دوستوں کا دوست اور تمہارے دشمنوں کا دشمن ہوں۔

اب رخصت ہوتا ہوں اور تمہیں خداوند عالم کے سپرد کرتا ہوں۔

بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ فما رایناہ عرسا احسن من عرس فاطمہ کہ فاطمہؑ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں (سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۳۷) یہی وجہ ہے کہ

اس بیاہ سے زمانہ ماضی سے تا بہ حال

لیتے ہیں خوش عقیدہ مسلمان نیک فال

امور خانہ کی تقسیم

شادی کے بعد جب باپ پہلی بار بچی کے گھر جاتا ہے تو کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور ساتھ لے کر جاتا ہے۔ جناب رسالت مآبؐ جب پہلی مرتبہ جناب سیدہؑ کے گھر تشریف لے گئے تو آپؐ بطور ہدیہ یہ کلام فرمایا کہ اے علیؑ میں تیرے اور فاطمہؑ کے مابین کام کو تقسیم کرتا ہوں اور وہ اس طرح کہ گھر کے اندر والے کام فاطمۃ الزہراؑ سے متعلق ہیں اور باہر والے آپؑ سے۔

جب بی بی پاکؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے یہ جملے سنے تو اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا کہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں اس فیصلے سے کس قدر خوش اور مسرور ہوں کہ میں گھر میں رہوں یعنی باہر نہ جاؤں۔ شوہر کی مطیع رہوں۔ گھر داری اور بچوں کی پرورش کروں۔ اس پر جس قدر خوشی مجھے ہوئی ہے کوئی بیان نہیں کر سکتا۔(بحارالانوار صفحہ ۸۱ جلد ۴۳)

بعد میں جناب سیدہؑ نے اپنی گھر داری اور مثالی خانہ داری سے یہ بتلایا کہ

رہنے کو جس طرح کا مقدر نے گھر دیا

دل بھی میرے کریم نے ویسا ہی کر دیا

اشتراک عمل

علامہ ذیشان حیدر جوادی تحریر کرتے ہیں کہ گھر کے اندر ایک خاص طریقِ کار یہ بھی تھا کہ صدیقہ طہرہؑ دال پکاتی تھیں تو مولائے کائناتؑ اسے صاف فرمایا کرتے تھے اور مولائے کائناتؑ نفقہ کا بندوبست کرتے تھے تو

صدیقہ طاہرہ اُون کاتنے میں حصہ لیا کرتی تھیں جو اس بات کی علامت ہے کہ اسلام میں نہ تو شوہر کی انانیت کی کوئی جگہ ہے اور نہ عورت کے احساس کمتری کی۔

دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں تاکہ ایک مشترک زندگی کو مشترک انداز میں گزاریں اور کسی طرح کا کوئی اختلاف نہ ہونے پائے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے حضرت امیر المومنینؑ سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی زوجہ کو کیسے پایا؟ عرض کی نعم العون علی العبادۃ کہ میں نے اسے عبدت خدا میں بہترین مددگار پایا ہے۔ جناب سیدہؑ مثالی روش اور مولا علیؑ کی اس گواہی میں دختران امت کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ اسلام میں مال و جمال کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اصل ایمان و کردار ہے۔ لہذا وہ بھی اپنے شوہروں کیلئے عبدت و طاعت الٰہی میں ان کی بہترین معاون اور مددگار ثابت ہوں۔

قناعت

قناعت وہ سرمایہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ (حضرت فاطمۃ الزہراؑ) جناب سیدہؑ نے اس بات کو اپنا معمول حیات بنایا کہ جو کچھ گھر میں میسر ہوتا اسی پر قناعت کرتیں اور صبر و شکر فرماتیں اور مولاؑ سے بھی کسی چیز کی فرمائش نہ

کر تیں۔ علامہ ذبیح محلاتی تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بیمار پڑیں تو مولا علیؑ نے فرمایا کہ کچھ کھانے کو دل چاہتا ہے تو بتلائیں لیکن آپ نے کس چیز کی خواہش کا اظہار نہ کیا۔ جب امیر المومنینؑ نے اصرار کیا تو عرض کی میرے پدر بزرگوار نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں آپ سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔ ممکن ہے وہ دستیاب نہ ہو تو آپؑ کو رنج ہو گا۔ اس لیئے میں کچھ نہیں کہتی۔

مولا علیؑ نے جب قسم دی تو آپؑ نے انار کی خواہش کی۔ گو کہ انار کا موسم نہیں تھا لیکن پھر بھی مولاؑ نے تگ ودو فرمائی جس کے نتیجے میں قدرت نے ایک کیا، اناروں کا پورا طبق مہیا فرمادیا۔ (ریاحین الشریعہ صفحہ ۱۴۲ جلد ۱)

گھریلو زندگی اور جہاد

حضرت امیر المومنینؑ ارشا فرماتے ہیں کہ عورت کا جہاد شوہر کے ساتھ حُسنِ سلوک ہے (فروع کافی صفحہ 507 جلد 5) اور ایک حدیث میں ہے کہ عورت اگر خاوند کا حق ادا نہیں کر سکتی تو سمجھ لینا کہ وہ اللہ کے بھی حقوق ادا نہیں کر سکتی۔

بتولؑ عذرا نے کاشانہ ولایت میں نو سال اور کچھ ماہ (ظاہری) زندگی گزاری مگر اس شان سے کہ

گم رضائش در رضائے شوہرش

جس طرح جناب خدیجۃ الکبریٰؑ نے اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کی خدمت کی اسی طرح خاتونِ دوسراؑ نے بھی اسلام اور علیؑ کی خدمت کی۔

جسطرح رسولِ خداؐ نے خدیجۃ الکبریٰؑ کی موجودگی میں دوسرا عقد نہیں کیا ویسے حضرت علیؑ نے بھی فاطمہؑ کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کیونکہ آپکی عزت و شرف کی کوئی دوسری بیوی دنیا میں پیدا نہیں ہوئی۔

آپؑ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں ہمیشہ توازن رکھا۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ عبادت و ریاضت میں محو ہو کر شوہر کی خدمت یا بچوں کی پرورش میں کمی آئی ہو یا بچوں اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں عبادت و ریاضت کے معمولات متاثر ہوئے ہوں۔

جناب سیدہؑ کی خانہ داری اور سلیقے کے متعلق امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ بہترین گھر والی تھیں ۔ جیسے وہ خدا کی عبادت فریضہ سمجھتی تھیں اسی طرح میری اطاعت بھی کرتی تھیں اور باوجود انتہائی عبادت و ریاضت کے انہوں نے میرے حق میں ذرا بھر فرق نہ آنے دیا۔

چنانچہ ایک باجناب سیدہؑ کی طبیعت ناساز تھی۔ آپ نے رات بڑی بے چینی سے کاٹی۔ مولاؑ فرماتے ہیں کہ میں اٹھا، دیکھا کہ آپؑ وضو کر رہی ہیں۔ میں نے سوچا فاطمہؑ تیمم کر لیتی تو بہتر تھا۔ جب مسجد سے آیا تو دیکھا کہ اب چکی پیس رہی ہیں۔

میں نے کہا بنتِ رسولؐ! آپؑ خود پر رحم نہیں کرتیں؟

رات بخار سے تھیں۔ صبح ٹھنڈے پانی سے وضو کیا اب چکی پیس رہی ہیں آپؑ نے سر جھکایا اور فرمایا اگر میں آدائے فرض میں جان دیدوں تو عین عبادت ہو وضو کیا کہ خداوند عالم کی عبادت کروں۔ چکی چلا رہی ہوں یہ تمہاری اطاعت ہے۔ (الزہراؑء صفحہ 166)

چشمِ ہوش از اسوہ زہرہؑ بند

جناب بتولؑ نے اپنے اخلاق عالیہ سے گھر کو جنت کا نمونہ بنا دیا تھا بقول امیر المومنینؑ صفائی ستھرائی میں گھر آئینہ تھا۔

اس کی چکی گرد و غبا سے صاف رہتی تھی۔ گھر کے برتن پاک وصاف ہوتے ان کی چادر کو پیوند لگے ہوتے مگر وہ کبھی میلی نہ ہوتی۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ گھر میں کھانے کا سامان ہو اور وقت پر کھانا نہ ملے خود پہل نہ کھاتی، زیور اور ریشمی کپڑوں کی کبھی خواہش نہ کرتی تھیں۔ جب میں فاطمہؑ کو دیکھتا میرے رنج والم دور ہو جاتے۔

جناب سیدہؑ کی وفات کے بعد جب مولاؑ سے پوچھا گیا کہ آپؑ نے جناب بتولؑ کو کیسے پایا تو آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم وہ جنت کا پھول تھیں دنیا سے اٹھ جانے کے بعد بھی میرا دماغ ان کی خوشبو سے معطر ہے۔

مرکز ہر اک حُسنِ خفی و جلی کی ہے

باغ جہاں میں ساری مہک اس کلی کی ہے

خود سیدہؑ ہے باپ نبیؐ اور پسر امامؑ

کتنی بلند مرتبہ زوجہ علیؑ کی ہے

آپکو خدا نے یہ عزت دی کہ مسلمانوں میں جو لوگ آپؑ کی اولاد ہیں وہ سب سادات (سردار) کہلاتے ہیں۔

صالح اولاد

صالح اولاد جنت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہے۔(حدیث رسول)

بچوں کی پرورش کا کام ایک انتہائی اعلیٰ اور شائستہ کام ہے۔دنیا کا سب بڑا اور اعلیٰ ترین کام بچوں کی پرورش اور ایک مہذب انسان کو قوم کے حوالے کرنا ہے اور یہ وہی کام ہے جس کے لئے خداوند تبارک و تعالیٰ نے پوری تاریخ میں انبیا کو بھیجا۔ آدمؑ سے خاتمؐ تک آنے والے انبیاؑ انسان کو سنوارنے کے لئے آئے۔(صحیفہ نور صفحہ 206 جلد6)

بقول علامہ جوادی جو ماں اپنی تربیت سے صالح نسل پیدا کر دے تو وہ ان لاکھوں ماؤں سے بہتر ہے جو خود میدانِ عمل میں رہتی ہیں اور بچوں کی تربیت سے یوں غافل ہو جاتی ہیں جتنا انہوں نے بنایا ہے سب اولاد نے تباہ کر دیا ہے۔اس سلسلے میں جناب سیدہؑ کو یہ کہنے کا حق ہے کہ میں نے گھر کے اندر رہ کر وہ نسل کائنات کے حوالے کی ہے جس کا کوئی جواب آج تک نہیں پیدا ہو سکا۔میرے بچے معصوم اور امام تھے تو وہ بھی جانِ کائنات تھے اور غیر معصوم تھے تو وہ بھی روح عالم۔

اللہ پاک نے جناب زہرہ سلام اللہ علیہا کو پانچ اولادیں عطا فرمائیں سب سے بڑے حضرت امام حسنؑ جو 2ھ میں پیدا ہوئے۔

دوسرے حضرت امام حسینؑ جو 3ھ میں پیدا ہوئے۔

(سید الشہداؑ کی خبر شہادت سننے پر جناب بتولؑ کا گریہ)

جب حضورؐ نے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو اپنے فرزند کی خبر شہادت سنائی اور ان پر وارد ہونے والے مصائب کا ذکر کیا تو جناب سیدہؑ رو پڑیں اور عرض کی بابا جان! یہ واقع کب ہو گا؟ تو آپؐ نے فرمایا یہ اس وقت ہو گا جب کہ (بظاہر) زمانے میں نہ میں ہوں گا نہ تم نہ علیؑ نہ حسنؑ۔ یہ سن کر بی بی اور زیادہ روئیں اور عرض کی تو میرے لخت جگر پر روئے گا کون اور ماتم کرے گا کون؟

حضورؐ نے فرمایا اللہ ایک ایسی قوم کو خلق کرے گا کہ جس کی عورتیں میری اہل بیتؑ کی عورتوں پر مرد میری اہل بیتؑ کے مردوں پر روئیں گے اور یک بعد دیگرے لوگ گروہ در گروہ ہر سال تیرے بیٹے کے ماتم کو زندہ رکھیں گے۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو تم ان عورتوں کی شفاعت کرو گی اور میں ان مردوں کی شفاعت کروں گا اور جو بھی شخص ان میں سے مصائب پر رویا ہے ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں داخل کر دوں گا۔

(بحار الانوار صفحہ 299 جلد 44)

تیسری جناب زینب کبریٰ (جن کا لقب عقیلہ تھا) 5ھ میں پیدا ہوئیں۔

چوتھی جناب زینب صغریٰ جن کا عقد محمد بن جعفر طیار سے ہوا جن سے کوئی اولاد نہ ہو سکی۔

پانچویں جناب محسن آپ ابھی صدفِ عصمت میں ہی تھے کہ شہید ہوئے (آپ کا نام حضورؐ نے خود تجویز فرمایا تھا اور ساتھ ہی یہ پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ وہ دنیا کو زندہ نہیں دیکھ پائے گا۔ حضورؐ کی خبر صادق کے مطابق ان کی رحلت کے بعد جب امت در زہراؑ پر پرسہ دینے آئی تو یہ معصوم (فرزند) اپنی ماں کی مظلومیت کی زندہ دلیل بن کر شہید ہوا)

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جو بھی فرزند آپکی آغوشِ عصمت میں پروان چڑھا وہ اپنی خاندانی عظمتوں کا مظہر اور اسلام کا امین بنا۔

چنانچہ حسنین علیہم السلام کائنات کے ہادی اور اسلام کے محافظ بنے اور جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے کربلا سے شام تک اسیری اور بیکسی کی صبر آزما منازل میں بکمال جرات و ہمت، احیائے دین اور بقاء اسلام کا کٹھن فریضہ سرانجام دیا۔

لہذا کردار فرزندان رسول کا ہو یا علیؑ کی شیر دل بیٹیوں کا یہ سبھی کردار سیرت رسولؐ اور علیؑ کے پرتو اور بے مثال نمونے ہیں۔

شگفتہ گلشن زہراؑ کا ہر گل تر ہے

کسی میں رنگ علیؑ ہے کسی میں بوئے بتولؑ

عصمت وطہارت

جس طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور بارہ آئمہ علیہم السلام دنیا میں لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجے گئے تھے اور سب کے سب معصوم تھے۔ اسی طرح صنفِ نساء کیلئے حضرت بی بی مریمؑ اور فاطمہ الزہراؑء تشریف لائیں اور یہ دو بیبیاں بھی معصوم تھیں۔ ان دونوں کی عصمت پر گواہ ہے۔ چنانچہ بی بی مریم کی عفت اس آیت

انّ اللہ اصطفك و طہّرك و اصطفك علیٰ نساؑ العالمین (آل عمران۔ ۴۲)

کہ مریمؑ تم کو خدا نے برگزیدہ کیا اور تمام (گناہ اور برائیوں) سے پاک اور صاف رکھا اور ساری دنیا جہاں کی عورتوں میں سے منتخب کیا سے ثابت ہے جبکہ جناب سیدہؑ کی طہارت کاملہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھّر کمتطھیرا (احزاب ۳۳)

ترجمہ) اللہ تعالی کا ارادہ بس یہی ہے کہ اہل بیتؑ تم سے ہر طرح کی آلودگی کو دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔

اس آیت کا شان نزول

آیت تطہیر کا شان نزول محدث کبیر شیخ عبد اللہ بحرانی نے اپنی سندوں سے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے اور انہوں نے خود جناب معصومہ والم سیدہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث سریف سید الاحادیث

ہے جو ہمارے یہاں حدیث کساء کے نام سے مشہور اور متداول ہے تفصیل کیلئے دیکھو عوالم العوم صفحہ 638 جلد11)

منجملہ وہ حصہ دیکھیں جو حدیث قدسی ہے۔ جسے جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے حضرت جبرائیل کے حوالے سے بیان فرمایاہے اور اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ جب سرکارِ رسالت مآبؐ نے اصحاب کساء کے جمع ہونے کے بعد بارگاہ رب العزت میں ان کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے ان کے لئے دعا فرمائی تو پروردگار عالم نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمام کائنات اور اس میں جو کچھ ہے صرف اور صرف ان پانچ ہستیوں کی خاطر خلق کی ہے جو زمین پر اس چادر کے نیچے جمع ہیں۔ اس پر ملائکہ نے ان کے تعارف کا مطالبہ کیا تو رب العزت نے جناب سیدہؑ کو وسیلہ معرفت قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

هم فاطمة وابوها وبعلها وبنوها

وہ فاطمہؑ ہیں اور ان کے باپ ہیں ان کے شوہر ہیں۔

اور ان کے دو فرزند ہیں۔ جناب جبرئیلؑ نے اس موقع پر عرض کی کیا میں اس چادر کے نیچے آسکتا ہوں َتو حضورؐ نے اجازت بخشی۔ بقول علامہ علی نقی صاحب جناب جبرئیل کا پنجتن پاکؑ کے ساتھ چادر کے نیچے داخل ہونے کیلئے درخواست کرنا بتلارہاہے کہ یہ وہ انسان ہیں کہ جنہوں نے فرشتے ہونے کی کبھی تمنا نہیں مگر یہ اتنے اونچے اور شان والے ہیں کہ فرشتے ان میں شامل ہونے کی تمنا کرتے ہیں

در آرزوئے رتبت مایند دیگراں　　مارا رتبت دیگراں نیست آرزو

تمام مفسرین اور محدثین نے مختلف راویوں سے بالفاظِ مختلف تقریباً یہی نقل کیا ہے کہ ایک دن جناب رسولِ خداؐ بوقت صبح یمنی کساء اوڑھے جناب بی بی سلمۃ کے گھر تشریف لائے آپؐ نے جناب فاطمہؑ، حضرت علیؑ اور حسنین علیہم السلام کو بلا کر ان پر چادر اوڑھ دی اور دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار! یہ میرے اہل بیتِ خاص ہیں۔ ان سے نجاست کو دور رکھ اور ان کو ایسے پاک رکھ جیسے پاک رکھنے کا حق ہے۔ یہ سن کر بی بی سلمہ نے عرض کی یا نبی اللہ کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟

آپؐ نے فرمایا تو یقیناً بھلائی پر ہے۔ تیرا انجام بخیر ہے۔ تو ازواجِ نبی میں سے ہے (تفسیر ابن کثیر صفحہ 362 جلد 3)

اُمّ سلمہ تیرا انجام ہے بہتر لیکن

آچکے چادرِ تطہیر میں آنے والے

(شمس لکھنوی)

اس کے بعد مدتوں ہر نماز کے وقت جناب رسولِ خداؐ حضرت علی علیہ السلام کے مکان پر آتے تو چوکھٹ تھام کر فرماتے۔

السّلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (تفسیر در منثور صفحہ 198 جلد 5)

ہر ایک در پہ نبیؐ کب سلام کرتے ہیں

پردہ داری

ارشاد نبوی ہے نعم الولد النبات المخدّرات کہ پردہ دار لڑکیاں بہترین اولاد ہیں۔ پردہ عورت کیلئے بری نظروں سے بچنے کے لئے ایک ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا پردے کی اتنی پابند تھیں کہ حجرہ مسجد سے متصّل ہونے کے باوجود کبھی باہر جھانک کر بھی نہیں دیکھا کہ آپ کی نظر کسی نامحرم پر نہ پڑ جائے یا کوئی نامحرم آپ کو نہ دیکھ لے۔

خاندان کی عورتیں ہمسایوں اور دوسرے گھروں میں آتی جاتی رہتی تھیں مگر آپ ہمیشہ اپنے گھر میں رہتیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ عورت کے لئے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ نہ وہ کسی نامحرم کو دیکھے اور نہ کوئی نامحرم اس کو دیکھنے پائے۔ (بحارالانوار صفحہ 54 جلد 43) جس کا مطلب یہ ہے کہ پردہ یک طرفہ ستر کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں طرفین کی حیا اور غیرت کو دخل ہے۔

ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی حضورؐ کے ساتھ آیا تو آپؑ فوراً پردے میں چلی گیئں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بیٹی یہ تو نابینا ہے تو آپؑ نے عرض کی بابا مگر میں تو بینا ہوں۔

خاتون جنتؑ فرماتی ہیں کہ عورت کو اس وقت قربِ خدا حاصل ہو گا جب وہ اپنے پردے اور عفت کی سخت حفاظت کرے۔ (ریاحین الشریعہ صفحہ 216 جلد 1)

جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے اس فرمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ اقبال بھی اپنے کلام میں مسلم خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے یہ نصیحت کرتے ہیں۔

اگر پندے زدرویشے پذیری ہزار امت بمیرد تونہ میری

بتولے باش وپنہاں شوازیں عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

(کلیات اقبال فارسی صفحہ 976)

کہ مجھ فقیر کی نصیحت اگر قبول کریں تو ہزار اُمتیں مر جائیں مگر اے اُمّت مسلمہ تو ہمیشہ زندہ رہے گی اور وہ نصیحت یہ ہے کہ فاطمہ بتولؑ کی طرح ساری کائنات سے اوجھل ہو جانا تاکہ اپنی آغوش میں کسی حسینؑ کی پرورش کر سکے یعنی حسینؑ کو وہ مائیں پیدا کرتی ہیں جو فاطمہؑ جیسی ہوں۔

وہ فاطمہؑ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو امیر المومنینؑ سے وصیت کی کہ میری رحلت کے بعد میری میت پر تابوت بنایئے۔ میرا جنازہ دن کی روشنی میں نہیں رات کی تاریکی میں اٹھایا جائے۔

تھی وصیت کہ پردہ شب میں جنازہ بھی اٹھے اس قدر پردے کی حامی تھیں جناب فاطمہؑ

تہذیب الاحکام میں ہے کہ سب سے پہلے جس کے لئے نعش بنائی گئی وہ فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ ہیں اور ان کی وصیت کے موافق تھی۔

(علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ وفات سے پہلے سیدہ فاطمہؑ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو بلا کر فرمایا کہ میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردے کا پورا لحاظ رکھنا۔ حضرت اسماء نے کہا آقازادی میں نے حبش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت بنا لیتے ہیں اور اس پر ڈال دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے کھجور کی چند شاخیں منگوائیں۔ انہیں جوڑا اور پھر ان پر کپڑا تان کر سیدہ بتولؑ کو دکھایا۔ انہوں نے اسے پسند کیا بعد وفات ان کا جنازہ اسی طریقے سے اٹھا۔)

رسول خداؐ کی پردہ نشین اور عزت دار بیٹی بروز قیامت بھی حلہ کرامت پہنے ہوئے اس طرح حجاب رہے گی۔ چنانچہ جب آپؑ کا گزر پل صراط سے ہو گا تو آپؑ حیا کی وجہ ایک منادی ندا دے گا۔

کہ اہلِ محشر! اپنے سر خم اور نگاہیں نیچی کر لو خاتون جنتؑ کی سواری گزرنے والی ہے۔ (ذخائر العقبیٰ صفحہ 48)

مسلم خواتین کو چاہیئے کہ اپنی آقازادیؑ کی سیرت طیبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے شرعی پردے کا خاص خیال رکھیں۔

اے زن بتو از فاطمہؑ ایں گونہ خطاب است

ارزندہ ترین زینتِ زن حفظ حجاب است

ساس بہو کے تعلقات

جناب سیدہؑ کی شادی کے وقت جناب فاطمہؑ بنت اسد حیات تھیں ساس بہو کے تعلقات اکثت و بیشتر ناخوشگوار ہو جایا کرتے ہیں لیکن جناب فاطمہؑ نے ایسا دستور اور رویہ اختیار کیا کہ کبھی تعلقات میں کشیدگی نہ ہونے پائے۔

فاطمہؑ بنت اسد کے سپرد اعزاء واقربا کی ملاقات، شادی اور غمی میں شرکت وغیرہ قرار دیا اور اپنے ذمے امور خانہ داری مثلاً چکی پیسنا، روٹی پکانا وغیرہ رکھ لیا تھا۔

پوری تاریخ میں ان کے مابین کسی قسم کی کوئی کشیدگی کا سراغ نہیں ملتا۔(چودہ ستارے صفحہ 98)

اعزہ واقربا کی محبت

اسلام میں صلہ رحمی کی بہت تاکید کی گئی ہے اور خویش واقارب سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

جناب سیدہؑ اپنے تمام اعزاء واقرباء سے محبت کرتی تھیں اور ان سے حسن سلوک اور احسان ومروت سے پیش آتی تھیں۔

اپنی خوشدامن جناب فاطمہ بنت اسدؑ کو حقیقی ماں کی جانتی تھیں اور دل وجان سے ان کی خدمت کرتی تھیں۔

خود حضرت فاطمہ بنت اسدؑ کا بیان ہے جس قدر میری خدمت فاطمہؑ نے کی ہے شاید ہی کسی بہو نے اپنی ساس کی ہو۔

7ھ میں حضورِ اکرمؐ مکہ معظمہ تشریف لے گئے صلح نامہ حدیبیہ کی شرط کے مطابق تین دن قیام کے بعد آپؐ مکہ سے چلنے لگے تو آپؐ کے چچا سیّد الشہداحضرت امیر حمزہ (شہید اُحد) کی کمسن صاحبزادی امامہ یا عم یا عم (اے چچا اے چچا) کہتی ہوئی حضورؐ کی طرف دوڑیں۔

اس وقت مولا علیؑ حضورؐ کے ہمرکاب تھے۔ انہوں نے امامہ کو گود میں اٹھالیا اور اپنے ساتھ لاکر حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے سپرد کر دیا کہ یہ تمہاری بنت عم ہے۔ جناب سیدہؑ نے ان کو بڑے لطف ومحبت کے ساتھ اپنے پاس رکھ لیا لیکن بعد میں انہوں نے حضورؐ کے حکم کے مطابق امامہ کو حضرت جعفر کے سپرد کر دیا کیونکہ ان کی

زوجہ اسماء بنت عمیس امامہ کی حقیقی خالہ تھیں (حضرت امامہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت عمیس تھا)۔جناب سیدہؑ کے چچا حضرت جعفر بن ابی طالبؑ (حضرت علیؑ کے حقیقی اور حضورؐ کے چچازاد بھائی) نے غزوہ موتہ میں شہادت پائی تو ان کو شدید صدمہ ہوا۔ان کی شہادت کی خبر سن کر وہ واعمّاہ واعمّاہ (ہائے میرے چچا ہائے میرے چچا) کہہ کر روتی ہوئی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔آپؐ نے باچشمِ نم فرمایا۔بیشک جعفر جیسے شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہیئے۔اور ایک اور راویت کے مطابق حضورؐ نے اپنی لختِ جگر سے فرمایا۔فاطمہؑ جعفر کے بچوں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ اسماء (بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر) آج سخت غمزدہ ہے۔

غرض جناب سیدہؑ سلام اللہ علیہا کے تمام اعزہ واقربا سے نہایت اچھے تعلقات تھے۔وہ ان سب کے ساتھ محبت اور خندہ پیشانی سے پیش آتی تھیں اور ان کے ہر دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھیں وہ سب بھی جناب سیدہؑ کی بڑی قدر ومنزلت کرتے تھے اور ان سے بڑی محبت اور احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔(سیرت فاطمة الزہراؑء صفحہ 145 تا147)

خوراک

جناب سیدہؑ کے دستر خوان پر کبھی سوکھے خرمے، کبھی جو کی روٹی کے سوا لذیذ (آپؑ کی خوراک سادہ ہوا کرتی تھی۔ سبزیوں میں آپؑ کو خرفہ کا ساگ مرغوب تھا۔ صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر خرفہ سے بہتر کوئی ترکاری نہیں ہے۔ اس کا نام دراصل بقلہ فاطمہؑ تھا مگر بنی امیہ پر اللہ تعالیٰ کی نفرین ہو کہ انہوں نے ہماری جدہ فاطمۃ الزہراؑ اور ہماری عداوت میں اس کا نام بقلۃ الحمقاء رکھدیا۔ فروع کافی صفحہ ۳۶۷ جلد ۶)
غذائیں نظر نہ آئیں لیکن پھر بھی غریب نوازی کا یہ عالم تھا کہ دروازے سے کوئی سائل کبھی محروم نہ جاتا تھا۔

جناب امام حسن علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار دن بھر کے بعد ہمیں کھانا میسر آیا۔ ہماری مادر گرامی قدر نے پہلے ہمیں کھانا کھلایا۔ سب کے بعد اپنے حصہ کی روٹی لے کر کھانے بیٹھیں۔ لقمہ توڑ کر تناول فرمانا چاہتی تھیں کہ دروازے سے ایک سائل کی آواز آئی یا بنت رسول اللہؐ میں ایک مستحق مرد ہوں محتاج اور دو وقتوں کا بھوکا۔ خدا کے نام پر مجھ کو سیر فرمادیا جائے۔

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس مستحق کی آواز نے جناب سیدہؑ کے قلب مبارک پر ایسا اثر کیا کہ آپؑ بے چین ہو گئیں۔ دست مبارک سے روٹی کا ٹکڑا رکھ دیا اور وہ سالم روٹی مجھے دے کر ارشاد فرمایا کہ جاؤ اس

مردِ محتاج کو دے آؤ کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ اس کھانے کا مستحق ہے۔ میں نے عرض کی کہ اس کو ترجیح دینے کی وجہ کیا ہے؟

ارشاد ہوا کہ بیٹا اس لئے کہ تمہاری ماں نے تو صرف ایک ہی وقت کا کھانا نہیں کھایا ہے اور اس پر تو دو دقتوں کا فاقہ گزر گیا ہے۔

امام حسنؑ کا بیان ہے کہ یہ ارشاد سن کر میں خاموش ہو گیا۔ فوراً اٹھا اور حکم کی تعمیل کر دی گھر میں کئی دفعہ فاقوں کی نوبت پہنچی لیکن آپؑ کے لبوں پر کبھی شکایت نہیں آئی۔

لباس

ولباس التقویٰ ذلك خیر۔ الاعراف (۲۶)

اور تقوی کا لباس تو سب سے بہتر ہے۔

اللہ پاک نے تین قسم کے لباس قرار دیئے ہیں۔

۱) لباس ستر۔ جس سے بدن کا پردہ ہوتا ہے۔

۲) لباس ریش۔ جس سے زینت و آرائش کا انتظام کیا جاتا ہے۔

۳) لباس تقویٰ۔ جس سے گناہوں کی گرمی اور سردی سے حفاظت کی جاتی ہے۔

اور سب سے بہتر یہی لباس ہے جو دنیا و آخرت دونوں مقامات پر کام آتا ہے۔

تاریخ میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کسی شادی میں جانے کیلئے تیار ہوئیں اور کپڑے پہننے لگیں تو پتہ چلا کہ جناب سیدہؑ کیلئے کپڑے نہیں ہیں ماں اس تردّد میں تھی کہ بیٹی کو احساس ہو گیا۔

عرض کی مادر گرامی! میں پرانے کپڑوں میں چلوں گی کیونکہ بابا جان فرمایا کرتے ہیں کہ مسلمان لڑکیوں کا بہترین زیورِ حیات تقویٰ ہے اور بہترین آرائش شرم و حیا ہے۔(چودہ ستارے صفحہ 93)

ایک دن جناب سلمان فارسیؑ کی نگاہ جب خاتونِ جنت کے لباس پر پڑی تو غمگین ہو کر کہنے لگے افسوس قیصر و کسریٰ کی بیٹیاں تو ریشم حریر کے زر تار لباس پہنیں اور سید الانبیاؐ کی دختر اونی عباء میں لیف خرما کے بارہ پیوند لگے ہوں۔

اسی اثناء میں جناب بتولؑ اپنے بابا جان کے حضور حاضر ہوئیں اور سلام کے بعد عرض کی کہ بابا جان! جناب سلمان میری اس چادر کو دیکھ کر تعجب کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمان تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میری بیٹی زاہد اور متقی خواتین کی سردار ہیں۔(ریاحین الشریعہ صفحہ 148 جلد 1)

چونکہ دنیا پیش چشمش قدر و مقداری نداشت جامہ پشمینہ بود اندر بر خیر النساء

مرغوب عمل

ہر آدمی کی پسند کا تعلق اس کے قلبی رجحان اور طبعی میلان پر مبنی ہوتا ہے جس میں اس کت مقام اور مرتبے کا بھی دخل ہوتا ہے۔

جناب بتول سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں پسند ہیں۔(نوادرالاحادیث صفحہ 185 جلد2)

ا)تلاوت قرآن

جناب سیدہؑ کے تلاوتِ کلام پاک کا یہ عالم تھا کہ مصلائے عبادت کے علاوہ اگر آپؑ کوئی کام بھی کرتیں تو ساتھ کلام پاک کی تلاوت بھی فرماتیں۔

چنانچہ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

آں ادب پروردہ صبر ورضا

آسیاں گرداں ولب قرآں سرا

یعنی وہ بی بیؑ صبر ورضا کے ادب میں ایسی پلی ہوئی تھیں کہ چکی چلاتے وقت بھی قرآن پڑھتی رہتی تھیں۔

۲)رسول خداؐ کی زیارت

حدیث میں وارد ہے کہ والد کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو جس بی بی کا والد انبیاءؑ کا تاجدارؐ وسردار اور محبوب کردگار ہو جو سفر پہ جاتے وقت سب سے آخر میں اور گھر میں آتے وقت سب سے پہلے اپنی جگر گوشہ سے ملتا ہو تو اس کی بیٹی (بتولؑ) کو اپنے بابا کی جدائی کا کتنا قلق اور دیدارا کا کتنا زیادہ شوق ہو گا؟

۳)راہ خدا میں خرچ کرنا

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا راہ خدا میں اس قدر خرچ کرتی تھیں کہ بعض دفعہ اپنے لئے بھی کچھ باقی نہ رکھتیں۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اپنی آقازادی کی ان تین پسندیدہ چیزوں کا اپنا شعارِ حیات بنائیں اور مثاب وماجور ہوں۔

۱) قرآن مجید کی تلاوت ذکر اللہ کی ایک قسم ہے۔اس میں مشغولیت اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے۔اگر ہم قرآن مجید کی زیادہ تلاوت کریں گے اس سے جہاں ہمیں ثواب ہو گا۔ سل صیقل ہو گے اور قرآن یاد ہو گا۔وہاں ہماری فکر و نظر کو بھی بڑا فیض پہنچے گا۔گھر میں برکت ہو گی اور والدین کے گناہوں میں تخفیف ہو گی۔

۲) ہمیں زیارت رسول اللہؐ کیلیئے بھی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے میری (ظاہری) زندگی میں یارحلت کے بعد زیارت کی قیامت کے دن میں اس سے ملوں گا اور گناہوں سے چھڑاوں گا۔

نیز فرمایا کہ جس نے میری وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری (ظاہری) زندگی میں میری زیارت کی۔ میں قیامت کے دن اس پر گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔(کامل الزیارات صفحہ 13)

۳)راہ خدا میں خرچ کرنا اور صدقہ و خیرات دینا عند اللہ بڑا ثواب رکھتا ہے۔

چنانچہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ ہر شے کے قبول کرنے کے لئے ہم نے مؤکل مقرر کئے ہیں سوائے صدقہ کے کہ اسے میں اپنے ہاتھ سے لیتا ہوں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ایک خرمہ یا ایک خرمے کا ٹکڑا بھی صدقے میں دیتا ہے تو اسے میں اس طرح پرورش کرتا ہوں جس طرح آدمی اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے اور قیامت کے دن وہ اسے کوہ اُحد برابر یا اس سے بھی بڑا پائے گا۔(تفسیر مقبول صفحہ 404ح)

ہمیں چاہیئے کہ اسوہ بتولؑ پر چلتے ہوئے ہم راہ خدا میں زیادہ سے زیادہ خرچ کریں اور بے پناہ ثواب یعنی اجرِ عظیم کے مستحق بنیں۔

صبر آزمازندگی

ایامِ عسرت میں ایک دن جناب سیدہؑ نے اپنے والدِ ماجد کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہؐ

فرشتوں کی غذا کیا ہے ؟

آپؐ نے فرمایا حمدِ خدا۔

عرض کیا بابا جان ! ہماری غذا کیا ہے ؟

آپؐ نے فرمایا بخدا ایک مہینہ ہونے کو ہے آل محمدؐ کے گھر میں آگ نہیں جلائی گئی۔ میرے نور چشم آگے آؤ میں تمہیں وہ پانچ کلمات بتلاتا ہوں جو جبرئیل نے مجھے بتلائے۔

یاربّ الاوّلین والآخرین یاذالقوۃ المتین ویاراحم المساکین ویاارحم الراحمین۔(علامہ جلال الدین سیوطی نے مسند فاطمہؑ میں اور محدث کبیر شیخ عبداللہ بحرانی نے مسند فاطمہؑ کے زیر عنوان پہلے دو کلمات یوں نقل کئے ہیں یااول الاولین ویاآخر الاخرین)

اس دعا کو حرزِ جان بنا کر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا واپس گھر تشریف لے آئیں۔ جناب امیر المومنینؑ نے پوچھا کہاں گئیں تھیں؟ جواب دیا دنیا طلب کرنے گئی تھی آخرت کا سامان لے کر آئی ہوں۔ مولا علیؑ نے یہ سن کر فرمایا کہ آج کا دن سب سے بہتر تھا (بحار الانوار صفحہ 153 جلد، دعوات راوندی صفحہ 47)

حبش کی شہزادی جنابِ فضّہ مولائے کائناتؑ کے گھر خادمہ بن کر آئی اور جب گھر کی ظاہری عسرت دیکھی تو اس سے رہا نہ گیا۔ چنانچہ اکسیر کو تانبے میں ڈال کر سونا بنایا اور جھجکتے ہوئے اپنے آقا (امیر المومنینؑ) کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا اگر تانبا پگھلا دیتیں تو اس سے بھی اچھا سونا بن جاتا یہ سن کر فضہ حیران ہو گئی۔

آپ نے فرمایا فضہ حیران ہونے کی بات نہیں یہ تو ہمارے بچے بھی جانتے ہیں چنانچہ آپؑ نے زمین پہ نظر کی نگاہ کیمیا اثر پڑنا تھا کہ زمین کا ایک پورا ٹکڑا سونے میں تبدیل ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا ما لهذا خلقنا اے فضہ! ہم اس کے لئے پیدا نہیں کئے گئے (مشارق الانوار صفحہ 80)

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سب کچھ کر سکنے کے باوجود آپؑ نے اپنا معیار حیات اس سطح پر کیوں رکھا؟

سو اس کا جواب خود امیر المومنینؑ نے (جو دنیا کی عظیم اسلامی حکومت کے سربراہ تھے) بایں الفاظ دیا ہے کہ آیا میں صرف اس بات پر قناعت کر لوں کہ لوگ مجھے امیر المومنینؑ کہتے ہیں اور میں زمانے کی سختیوں میں ان کا شریک نہ بنوں۔

میں نے خورد ونوش اور پہناوے کی مقدار کو اس لئے اس سطح پر رکھا ہے تا کہ نادار میرے فکر کی پیروی کریں اور غنی اور مالدار اس کی سر تابی نہ کریں۔(اصول کافی صفحہ 339 جلد1)

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ اسکی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ محتاج جب اپنے امامؑ کو دیکھے گا کہ ادنیٰ درجے کی معشیت پر راضی ہے تو وہ بھی اپنی فقیری اور مفلسی پر راضی ہو جائے

اسی طرح جن سرمایہ داران کو فقیرانہ طرز زندگی میں دیکھے گا تو اس کی سرمایہ داری اس کو سرکشی پر مائل نہ کر سکے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپؑ کا فقر مجبوری کا نہیں بلکہ اختیاری فقر تھا۔

تیری حیات میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوّت حیدری

ویسے مالدار ہونا فی نفسہ برا نہیں کیونکہ حضورؐ فرماتے ہیں کہ نعم العون علی تقوی اللہ الغنیٰ مال و دولت تقویٰ کے لئے اچھی مدد ہے۔

واضح رہے کہ اسلام میں معیوب اور قابل مذمت شئے مال نہں اہے بلکہ محبت مال ہے کیونکہ مال قرآنی اصطلاح میں خیر ہے اور خیر کو قبل مذمت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مال مال کی حدوں میں رہے تو دنیا کی ہر نیکی کی بنیاد ہے کہ مال کے بغیر دنیا کا کوئی کار خیر انجام نہیں پا سکتا ہے۔

لیکن مال محبوب کی شکل اختیا کرے تو بد ترین شے بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ انسان محبوب کی راہ میں ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ مال محبوب کی راہ میں قربان ہو نہ کہ محبوب مال کی راہ میں قربان ہو جائے۔ اس لئے مولائے کائناتؑ نے زہد کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ زہد یہ نہیں ہے کہ تم کسی شے کے مالک نہ ہو زہد یہ ہے کہ کوئی شے تمہاری مالک نہ بننے پائے۔ تم مال کو ملکیت کی طرح استعمال کرو اور اسے اپنا مالک نہ بننے دو کہ وہ حلال و حرام جس راستے پر چاہے تمہیں پہنچائے اور تم ایک مہارِ ناقہ کی طرح اس کے اشارے پر گردش کرتے رہو۔

سید ابن طاؤس کشف المحجۃ میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کوئی فقیر اور نادار شخص نہ تھے کیونکہ دنیا میں زہد کے لئے یہ شرط نہیں کہ آدمی فقیر اور نادار نہ ہو بلکہ زہد ثروت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ زہد کا کمال یہ ہے کہ انسان کو جو نہ ملے اس کا افسوس نہ کرے اور جو مل جائے اس پر غرور نہ کرے۔ اس کے بعد نہ دولت کا ہونا زہد کے منافی ہے نہ پھٹے حال زندگی گزارنا کمال زہد تقویٰ ہے۔

مولا علیؑ اور جناب زہراء کی جائداد

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب زہراؑء نے اپنے سات باغات (۱)عواف (۲)دلال (۳)برقہ (۴)ثیب (۵)حسنی (۶)صافیہ (۷)مال ام ابراہیم (مشربہ ام ابراہیم یعنی ماریہ قبطیہ کا مکان) کی حضرت علیؑ کے لئے وصیت فرمائی اور ان کے بعد حسنین علیہم السلام اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے بنی فاطمہ میں سے جو بڑا ہو اس کے لئے وصیت فرمائی کہ ان کے تصرف میں رہیں۔(من لایحضرہ الفقیہ صفحہ 180 جلد 4)

نیز حضرت امیر المومنینؑ نے بھی مولا حسنؑ کے نام اپنے وقف نامہ میں اپنی درج ذیل ملکیتی زمینوں اور جائدادوں کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱)مزرعہ ینبع (۲)مزرعہ وادی القرعہ (۳)مزرعہ وادی ترعہ (۴)مزرعہ ازینہ (۵)مزرعہ فقرین (فروع کافی صفحہ 49 جلد 7)(تہذیب الاحکام صفحہ 146 جلد 9)(وسائل الشیعہ صفحہ 312 جلد 6)

نیز غنایم رسول خداؐ، شاہ حبشہ اور قیصر روم کی طرف سے مرسلہ تحائف میں سے امیر المومنینؑ اور جناب زہراؑء کو اپنا حصہ ملتا تھا۔ یاد رہے کہ (مولا علیؑ کی ملکیت) مزرعہ ابی نیزر جسے معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام

سے دولاکھ دینار میں خریدنا چاہا۔ باوجود یہ کہ آپؑ اس وقت خاصے مقروض تھے پھر بھی اسے نہ بیچا۔ حالانکہ مولا امیر المومنینؑ نے حسنین علیہم السلام کو اس کی فروخت کی اجازت دے رکھی تھی لیکن آپؑ نے فرمایا کہ میرے بابا جان نے چونکہ اس مزرعہ کو اجر وثواب کی خاطر وقف فرمایا تھالہذا میں اسے فروخت نہیں کروں گا۔ (ریاحین الشریعہ صفحہ 64 جلد2)

یہیں سے جناب امیر المومنینؑ اور سیدۃ النساءؑ العالمین کے کمال زہد کا پتہ چلتا ہے کہ اس قدر اموال، کثرت غنایم اور تحائف وہدایہ کے باوجود آپؑ ایک دن سیر اور ایک دن فاقہ سے رہتے تھے اور اپنا کھانا سائل کو دے کر خود پانی سے افطار کر لیتے تھے۔ اس سے معلوم لوا کہ حقیقی زہد آلِؑ محمدؐ کے پاس ہے۔

کنیز سے سلوک

اوائل میں جناب سیدہؑ کے پاس کوئی کنیز نہ تھی جس کی وجہ سے گھر کا سارا کام کاج آپؑ خود کرتیں، پانی بھرتیں، چکی پیستیں، آٹا گوندھتیں، تنور روشن کرتیں، روٹیاں پکاتیں، جب ۷ھ میں پیغمبر خداؐ نے ایک خادمہ عطا فرمائی جو فضہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپؑ اس کے ساتھ کنیز سا نہیں بلکہ عزیز رفیق کا رسا برتاؤ کرتی تھیں چنانچہ ایک دن آپ گھر کا کام خود کرتی تھیں اور ایک دن فضہ کام لیتی تھیں یعنی جس دن آپؑ گھر کے کام میں مشغول ہوتیں تو جناب فضہ کے آرام کا دن ہوتا تھا، اس طرح خادمہ کو خادمہ کا تصور پیدا نہ ہونے دیتی تھیں۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ سیدہ طاہرہؑ کی طبیعت ناساز ہوگئی لیکن اس حالت میں بھی اپنے فرائض منصبی کو سرانجام دیا۔ یہ نہیں ہوا کہ اپنے حصے کا کام فضہ سے دلایا ہو چنانچہ بی بی فضہ آپؑ کی مشقت کو دیکھ کر عرض کرتیں کہ اے میری سیدہؑ! آپؑ زحمت نہ کیا کریں میں آپؑ کی آزاد کردہ کنیز ہوں۔

جناب سیدہؑ فرماتی ہیں۔ اے فضہ! تم ہماری کنیز نہیں ہو، انت مِنّا اھل البیت، بلکہ ہم اہل بیت میں سے ہو۔

بقول سید محسن نقوی

اتنا بڑا اعزاز کنیزی میں کہاں ہے

زھراؑ نے بہن کہہ دیا حسنینؑ کی ماں ہے

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک مرتبہ جناب زہراء سلام اللہ علیہا چکی پیس رہی تھیں۔ گھر کے ایک گوشے میں حضرت امام حسینؑ بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ عرض کیا گیا۔ بنت رسولؐ، آپؑ کے ہاتھ بھی زخمی ہیں آپؑ کے ہاں فضہ بھی موجود ہیں۔ یہ کام ان کے حوالے کیجئے۔ آپؑ نے فرمایا۔ نہیں! میرے بابا جان نے ہدایت فرمائی ہے کہ ایک دن فضہ سے کام لو اور ایک دن تم خود کرو، کل وہ کام کر چکی ہے آج میری باری ہے ۔(بحارالانوار صفحہ 28 جلد 43)

دیکھیں یہ ہے مساوات اور مواساتِ اسلامی کی وہ اعلی مثال جس سے اتنی ترقی کے باوجود آج بھی دنیا نا آشنا ہے۔

ہمسایوں کی خیر خواہی

مصحفِ جناب زھراؑء میں ہے کہ جو کوئی خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایوں کو نہیں ستاتا ، مہمان کی عزت کرتا ہے اور سچ بولتا یا چپ رہتا ہے۔

ہمسایوں کے حدود کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حدِ ہمسائیگی آمنے سامنے اور دائیں بائیں چہار سمت چالیس گھروں تک ہے۔

ہمسایوں کی تین قسمیں ہیں

(۱) حق قرابت (۲) حق ہمسائیگی (۳) حق اسلام

ایک وہ جس کے لئے دو حق ہیں۔

(۱) حق اسلام (۲) حق ہمسائیگی

اور ایک وہ ہے جس کے لئے صرف ایک حق ہے اور اس مراد وہ کافر ہے جو پڑوس میں ہو۔

رسالت مآبؐ فرماتے ہیں کہ جو اپنے پڑوسی کو دکھ دے گا خدا اسے بہشت کی خوشبو سونگھنے سے محروم رکھے گا۔ اس کی جگہ دوزخ ہو گی اور دوزخ بُرا ٹھکانا ہے۔

ایک دن اصحاب کرام آنحضرتؐ سے عرض کی کیا، فلاں عورت دن بھر روزہ رکھتی ہے رات بھر عبادت کرتی ہے اور صدقہ خیرات بھی دیتی ہے لیکن اپنے پڑوسی کو زبان سے دکھ پہنچاتی ہے۔

آپؐ نے فرمایا اس عورت میں کوئی خوبی نہیں وہ اہل جہنم سے ہے۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں عورت واجب نماز پڑھتی ہے رمضان کے روزے رکھتی ہے اور اپنے پڑوسی کو نہیں ستاتی۔ آپؐ نے فرمایا وہ بہشت میں جائے گی۔ (گناہان کبیرہ صفحہ 336 جلد 2)

حق ہمسائیگی کے سلسلے میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے مروی ہے کہ میری مادر گرامی ہر شبِ جمعہ محراب عبادت میں صبح تک مشغول عبادت رہتیں۔ یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہوتی اور جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتی تھیں تو تمام مومنین اور مومنات کے لئے بنام دعائیں فرماتی تھیں مگر اپنے لئے کچھ نہ کہتیں۔

ایک روز میں نے ان سے دریافت کیا کہ اے مادر گرامی! آپ دوسروں کی مانند اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتیں تو آپ نے فرمایا بیٹا پہلے پڑوسی اور بعد میں اپنے گھر کا حق ہے۔ (بحارالانوار صفحہ 82 جلد 43)

خلق عظیم

شمعون یہودی جو جناب زہراؑء سلام اللہ علیہا کی ردائے نورانی کی برکت سے مسلمان ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے اسے تمام یہودیوں نے چھوڑ دیا تھا اور اس سے ہر قسم کا مقاطعہ اور بائیکاٹ کر دیا تھا۔

ایک رات قضائے الٰہی سے اس کی بیوی فوت ہو گئی۔ اتفاق سے وہ رات بہت تاریک تھی۔ ہوا بھی تیز چل رہی تھی۔ شمعون غریب گھر گھر گیا مگر اس مصیبت کے وقت کسی نے اس کی دستگیری نہ کی۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو اس کے (اس) جاں گداز واقعے کا علم ہوا تو آپؑ فوراً اس تاریکی میں سرد ہوا کی شدت اور رات کے سناٹے کے عالم میں شمون کے گھر تشریف لے گئیں۔

اس کی بی بی کی میت بے سرو سامانی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔

آپؑ نے اپنے دست مبارک سے غسل اور کفن کے تمام کام سرانجام دیئے۔

یہ ہے جناب سیدہؑ کا خلق عظیم جو امت مسلمہ لے لئے ایک درس ہے کہ ایک نو مسلم بے کس آدمی کی کیسے اور کس طرح مدد کرنی چاہیئے۔(الزہرا صفحہ 191)

www.wilayatmission.com

زکوۃ وخیرات

زکوۃ تمام مذاہب کے آسمانی صحیفوں میں فرض بتلائی گئی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت میں مقررہ زکوۃ ادا کرنے کے سوامالی خیرات کی کوئی تعلیم نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں جو سب کچھ راہ خدا میں لٹادے آسمانی بادشاہی کی کنجیاں اس کے حوالے کی گئی ہیں۔ یہ دونوں تعلیمات اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں لیکن جس طرح پہلی تعلیم بعض بلند ہمت حوصلہ مندوں کے حوصلہ سے کم ہے اس طرح دوسری تعلیم جو یقیناً ایک بلند روحانی تخیل ہے مگر عملاً عام انسانوں کے حوصلہ سے بہت زیادہ ہے۔

حضورؐ کی تعلیم موسوی اور عیسوی دونوں شریعتوں کی جامع ہے۔ اسلام نے خیرات کے درجے مقرر کئے ہیں۔ ایک قانونی دوسرا اخلاقی۔ قانونی خیرات کی وہی مقدار باقی رکھی جو موسوی شریعت میں مخصوص تھی اور اخلاقی خیرات جس کو ہر انسان کی مرضی اور خوشی پر منحصر رکھا کہ وہ اپنا کُل مال یا نصف مال یا کم و بیش جو چاہے، جب چاہے خدا کی راہ میں دے دے اس کا نام انفاق یا عام خیرات یا صدقہ ہے لیکن اس کے ساتھ یہ

بھی فرض کر دیا کہ ہر شخص کی دولت میں غریبوں اور محتاجوں اور دوسرے نیک کاموں کے لئے بھی ایک مقررہ سالانہ حصہ ہے اور اسی کا نام زکواۃ ہے۔(زکوۃ اصطلاحی کی تشریع مدینہ میں ہوئی جبکہ مکی سورتوں میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ دیکھو سورۃ مومنون آیت (۴) سورۃ حم سجدہ آیت ۶۷) جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں لفظ زکواۃ عام انفق رزق کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے البتہ واجب زکواۃ کا تذکرہ سورۃ توبہ کی آیت (۶۰) اور (۱۰۳) میں صدقات کے الفاظ سے پایا جاتا ہے)

حضورؐ کا ذاتی عمل انفاق یعنی عام خیرات کرنے پر مبنی تھا کیونکہ آپؐ کے پاس عمر بھر کبھی اتنا جمع نہ ہوا کہ زکواۃ کی نوبت آئے جو کچھ ہوتا اسی دن مستحقین میں تقسیم ہو جاتا۔(سیرت النبی صفحہ 191 جلد 5)اور یہی سیرت بنت رسولؐ کی بھی رہی۔

تھا حال فاطمہؑ بھی علی ہذہ القیاس

صرف رہ کریم تھا جو کچھ تھا ان کے پاس

چنانچہ ایک مرتبہ آپؑ سے کسی خاتون نے پوچھا اگر کسی کے پاس چالیس اونٹ ہوں تو اس پر کتنی زکواۃ واجب ہے؟ تو جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ اگر کسی اور کے پاس ہوں تو چالیس میں ایک اگر میرے پاس ہوں تو چالیس کے چالیس ہی راہ خدا میں دے دوں۔(سیرت فاطمۃ الزہراؑ صفحہ 129)

واضح رہے کہ اپنے پاس موجود سب کے سب مال کو راہِ خدا میں بخش دینے کے عمل کو اصطلاحِ عرفاء میں زکواۃ حقیقت کہتے ہیں۔(فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کی زکواۃ تو یہ ہے کہ جب دو سو درہم ہوں تو پانچ

درہم زکواۃ نکالو۔ طریقت کی زکواۃ یہ ہے کہ دوسو درہم میں سے پانچ درہم اپنے پاس رکھے اور ایک سو پچانوے راہ خدا میں دے دے اور حقیقت کی زکواۃ یہ ہے کہ دوسو درہم میں ایک حبہ (دانہ) بھی اپنے لئے نہ رکھے)

جودوسخا

کریمہ دوجہاں سلام اللہ علیہا نے زندگی میں ایسی سخاوت کی کہ دنیا کی عورتوں میں اس کی نظیر ڈھونڈے نہیں ملتی۔ چنانچہ بشارۃ المصطفی میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک سائل آپ کے دروازے پر آیا اور اپنے فقرہ وفاقہ کو بیان کرکے کچھ روزی طلب کی لیکن اسی روز جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں بھی فاقہ تھا۔

آپؑ سوچنے لگیں کہ فقیر کی ضرورت کو کس طرح پورا کیا جائے۔ اتنے میں آپؑ کو اپنا چاندی کا وہ گلوبند یاد آیا جسے آپؑ کے چچا حمزہ کی بیٹی نے بطور تحفہ دیا تھا۔ آپؑ نے وہی سائل کو عطا فرما دیا۔ وہ سائل اسے لے کر کر خدمت رسولؐ میں آیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔

حضورؐ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے شخص شوق سے اسے بیچ لے۔ یہ سن کر عمار یاسرؓ کھڑے ہوئے اور پوچھا اے شخص! میں اس کا خریدار ہوں بول کیا مانگتا ہے؟

اس نے کہا کہ صرف اتنا کھانا کہ سیر ہو جاؤں اور ایک ایسی چادر کہ اپنا جسم ڈھانپ سکوں اور اسے بچھا اور اسے بچھا کر اپنے معبود کی عبادت کر سکوں اور ایک دینار کہ اسے راہ میں خرچ کر کے اپنے بال بچوں تک پہنچ سکوں۔

حضرت عمار یاسرؓ نے اتفاقاً اسی روز اپنا وہ حصہ بیچا تھا جو خیبر کی غنیمت سے ان کو ملا تھا۔ اس طرح ان کے پاس بیس دینار اور دو سو درہم موجود تھے جسے انہوں نے اس بوڑھے سائل کے حوالے کر دیا۔ ایک وقت کا کھانا بھی کھلایا۔ ایک جوڑا کپڑوں کا بندوبست بھی کیا اور سواری کے لئے اپنا گھوڑا بھی دیا۔

بوڑھا بہت خوش ہوا اور عمار یاسرؓ کا شکریہ ادا کر کے جانے لگا اور جاتے ہوئے یوں دعا دی۔

خداوند! حضرت فاطمہؑ کو اس قدر عطا فرما کہ جسے نہ آنکھوں نے دیکھا ہو اور نہ کانوں نے سنا ہو۔ حضور اکرمؐ نے یہ سن کر آمین کہا۔ اور بوڑھا چلا گیا۔ اس کے بعد عمار یاسرؓ نے اس گلوبند کو معطر کر کے ایک یمنی چادر میں لپیٹا اور اپنے غلام سہم سے کہا اس کو جناب سیدہ علیہا السلام کی خدمت میں لے جا میں نے تجھے بھی آج سے ان کی نذر کر دیا۔

جب غلام جناب سیدہؑ کے درِ عصمت سر آپر آیا اور عمار کا پیغام پہنچایا تو آپؑ نے گلوبند تو واپس لے لیا لیکن غلام سے کہا کہ میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔ یہ سن کر وہ مسکرایا اور وجہ پوچھنے پر اس نے بتلایا کہ میں اس گلوبند کی برکت دیکھ رہا ہوں کہ اس نے ایک بھوکے کو کھانا کھلایا برہنہ جسم کو کپڑا پہنایا۔ فقیر کو غنی کیا اور ایک غلام کو آزاد کرایا اور پھر اپنے مالک کے پاس واپس آگیا۔ (عوالم العلوم صفحہ 184 جلد 11)

ایثار و قربانی

ایثار اور قربانی سے مراد یہ ہے کہ انسان کوئی کام کسی فرد یا معاشرے سے کسی بدلے کی توقع رکھے بغیر انجام دے اور دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ذات پر مقدّم رکھے۔ خود بھوکا رہے اور دوسروں کو کھلائے۔ خود تکلیف اٹھائے اور دوسروں کو آرام پہنچائے

مثلاً کوئی ایسا شخص جسے بے نواؤں اور یتیموں کی اندوہناک حالت دیکھ کر سخت دکھ ہوتا ہو یا ان لوگوں کی امداد کرکے وہ مسرت محسوس کرتا ہو اور جب یہ شخص کسی ریاکاری یا ظاہر داری کے بغیر اپنے مال کا کچھ حصہ جو اس کی ضرورت سے زائد بھی نہ ہو ان لوگوں کو دے دے تو ایسے موقع پر اس کے عمل کو ایثار اور بے نفسی کہا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں جب ہم جناب سیدہؑ کی سیرت کو دیکھتے ہیں تو تاریخ شاہد ہے کہ آپؑ کی زندگی میں ایسے بے شمار مواقع بھی آئے ہیں کہ کسی سائل نے سوال کیا۔ گھر میں کچھ نہ ہوا تو سوال کو رد کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ اپنی چادر کو رہن رکھ کر سائل کے سوال کو پورا کر دیا۔ خود فاقہ سے رہ کر بھوکے کو سیر کر دیا۔ اکثر کیا بلکہ روزانہ کا معمول ہو گیا تھا کہ جناب سیدہؑ ابھی کھانے کے لیے بیٹھی ہی تھیں کہ دوپہر کسی سائل کی صدا سن کر بے چین ہو جاتیں۔ سائل کو کھانا دے کر خود یادِ خدا میں مشغول ہو جاتیں۔

ایک مرتبہ امیر المومنینؑ آپؑ اور جناب فضہ حسنین علیہما السلام کی بیماری سے شفایاب ہونے پر مسلسل تین روز تک روزہ رکھتے رہے۔ اتفاق سے ہر روز افطاری کے وقت یکے بعد دیگرے مسکین، یتیم اور اسیر آتے رہے اور جناب سیدہ بتولؑ مولا علیؑ حسنین علیہما السلام اور بی بی فضہ حسب دستور انہیں اپنے حصے کی روٹیاں دے کر خود پانی سے افطار کرتے رہے۔

اب یہاں دیکھیں کہ نذر کی ادائیگی تو روزوں کے ساتھ ہے اور یہ جو کھانا کھلانا ہے یہ بغیر نذر کے ہے جو مزید اطاعت و عبادت ہے۔ جس کو رضائے الہیٰ کے لئے ادا کیا جا رہا ہے اس عمل مبرُور اور مشکور پر جبرئیل خداوند عالم کے سلامِ رحمت کے ساتھ (۳۱ آیات پر مشتمل) سورہ انسان لیکر نازل ہوئے اور فرمایا کہ یہ اللہ پاک کی طرف سے ان حضرات کے ایثار کا ثمر ہے۔ (تفسیر کشاف صفحہ 670 جلد 4)

عبادت

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ خدا نے میری بیٹی کے دل اور اعضاء کو ایمان سے بھر دیا ہے۔ وہ عبادت الہٰی کرتی ہے۔ جب وہ عبادت کے لئے محراب میں کھڑی ہوتی ہے تو اس کا نور آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتا ہے جس طرح اہل زمین کیلئے ستارے اور خداوند عالم آسمان کے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! تمام کنیزوں کی سردار میری کنیز فاطمہؑ کو دیکھو جو دل و جان سے میری عبادت کر رہی ہے۔

گواہ رہنا میں نے اس کے پیروکاروں کو آتش جہنم سے امان دی ہے۔(علل الشرائع صفحہ 181 جلد 1)

جناب سیدہؑ شبانہ روز کثرت سے عبادت کیا کرتی تھیں۔

بقول حسن بصری اس امت میں جناب فاطمہؑ سے زیادہ کسی نے عبادت نہیں کی کثرت عبادت سے آپؑ کے قدمہائے مبارک میں ورم پڑ چکے تھے۔(بحارالانوار صفحہ 84 جلد 43)

خدا کی عبادت بجالاتے وقت خوف الٰہی سے آپؑ کا نورانی چہرہ زعفرانی ہو جاتا تھا۔ تمام جسم مطہر میں تھر تھری پڑ جاتی تھی۔ آنسوؤں کے تار بندھ جاتے تھے یہاں تک کہ

گریہ ہائے اوز بالین نیاز گوہر آفشاندے بہ دامان نماز

جب آپؑ نماز پڑھتیں تو مصلّیٰ اشکوں سے تر ہو جاتا تھا یعنی نماز میں رونا اور راتوں کو جاگنا جناب سیدہؑ کا شیوہ تھا۔

چکی پیسنے سے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے تو سجدہ کرنے سے نورانی پیشانی پر مہر عبادت لگی ہوئی تھی۔

موسم سرما کی طویل راتوں میں جب سجدہ میں سر رکھتیں تو سجدہ اتنا طول کھینچتا کہ فجر کی اذان سنائی دینے لگتی اور آپؑ سرد آہ بھر کر کہتیں کہ مولا تو نے راتیں کتنی چھوٹی بنائی ہیں کہ جی بھر کر تیرا سجدہ بھی ادا نہیں ہوتا۔ غور فرمائیں جب جناب سیدہؑ ایسی مقربہ ءپروردگار معصومہ بی بی اپنے خالق کے حضور یوں نیاز مندی اور بندگی کا اظہار کرے تو غلامان و کنیزان زہراؑء کو تو اپنی کم مائیگی کے سبب بدرجہ اولیٰ اس کی بندگی میں مشغول اور محو ہونا چاہیئے۔

عبادت بھی اطاعت بھی مشقت کبھی قناعت بھی

سلیقہ زندگی کا سیکھیئے بنتِ پیغمبرؐ سے

ریاضت

جناب رسالت مآبؐ جب نماز فجر کے واسطے تشریف لاتے تو رستے میں گزرتے وقت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی چکی کی آواز سنتے تو نہایت درد و محبت سے فرماتے اے رب العالمین! میری فاطمہؑ کو ریاضت اور قناعت کی جزائے خیر عطا فرما۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن جناب رسول خداؐ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے تو اس وقت آپ اون کی چادر اوڑھے اپنے ہاتھ سے چکی بھی پیس رہی تھیں اور اپنے بچے کو دودھ بھی پلاتی جاتی تھیں۔ جناب رسول خداؐ نے یہ حالت دیکھی تو آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا بیٹی حلاوت آخرت کے لئے دنیا کی سختی جھیلو۔

بی بیؑ نے کہا بابا جان! میں خدا کی نعمتوں پر اس کی حمد کرتی ہوں اور اس کی بخششوں پر اس کا شکریہ کرتی ہوں اور اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ**

ترجمہ۔ اور آگے چل کر تمہارا پروردگار اس قدر عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (تفسیر در منشور صفحہ 361 جلد 6)

شجاعت

شجاعت کی دو قسمیں ہیں

ایک شجاعت کا اظہار قوتِ قلب و جگر سے ہوتا ہے جو عام طور سے خطرات کی منزل اور میدانوں میں سامنے آتی ہے۔

اور ایک شجاعت کا اظہار زورِ زبان سے ہوتا ہے جس میں حالات کی سنگینی سے بے نیاز ہو کے کلمہ حق کا اعلان کیا جاتا ہے۔

مالکِ کائنات نے صدیقہ طاہرہؑ کو دونوں طرح کی شجاعت سے نوازا ہے۔ قوتِ قلب و جگر کے اعتبار سے وہ منظر بھی قابل توجہ ہے جب رسولِ اکرمؐ کا سارا گھر کفار و مشرکین کے نرغے میں گھرا ہوا تھا اور آپؐ ہجرت کر کے مدینہ کی طرف تشریف لے گئے تھے۔

خانہ رسالت میں اگر ایک طرف شیر خدا حضرت علی مرتضیٰؑ بستر رسالت پر محو استراحت تھے تو دوسری طرف صدیقہ طاہرہؑ نہایت کم سنی کے عالم میں محاصرے کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ آپؑ پر کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں تھا جبکہ انہیں کفار کے خوف سے بڑے بڑے بہادر افراد حزن و خوف میں مبتلا ہو گئے تھے

ہجرت کے بعد 2ھ میں جب اسلام کا پہلا عظیم معرکہ جنگ بدر کی شکل میں پیش آیا جہاں مسلمان انتہائی بے سر و سامانی کی حالت میں تھے اور رسول اکرمؐ کو حکمِ جہاد مل چکا تھا۔

فطری بات ہے کہ باپ کو ان حالات میں بیٹی کو جہاد سے روکنا چاہئے تھا اور اس شکل میں اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہئے تھا لیکن جناب فاطمہؑ نے دینِ خدا کے معاملہ میں کسی جذباتیت کا مظاہرہ نہیں کیا اور ہمیشہ ایثار و قربانی سے کام لیتی رہیں۔

3ھ میں جنگ احد (جنگ احد کے موقع پر جب جناب زہراؑ نے حضورؐ کے قتل کی خبر سنی (دست بر سر زناں از خانہ بیرون آمد وزارزاری گریست) تو سر پیٹتی ہوئی باہر آ گئیں اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ 108 جلد 2)

اسی جنگ میں وہ صورت حال پیش آئی جو جناب فاطمہؑ کی زندگی کا دوسرا امتحان تھا جہاں صورت حال ہی ایسی خراب ہوگئی کہ امیر المومنینؑ نے بھی حفاظت رسولؐ میں سولہ گہرے زخم کھائے اور رسول کریمؐ کا چہرہ مبارک بھی زخمی ہوگیا لیکن جناب سیدہؑ نے کسی خوف وہراس کا مظاہرہ کرنے کی بجائے باپ کی مرہم پٹی بھی کی اور شوہر کا علاج بھی کیا اور ذوالفقار حیدری کی صفائی کا فرض بھی سرانجام دیا۔ جبکہ احد کے حالات بڑے بڑے بہادروں کے اوسان خطا کر دیئے تھے اور بہادران وقت تک میدان میں نہ جم سکے۔

غزوہ احزاب 5ھ میں جب قریش اور یہودی قبیلہ غطفان وغیرہ کے چوبیس ہزار کے لشکر نے تین طرف سے مدینہ کا محاصرہ کیا۔

مدینہ میں تہلکہ مچا تھا۔ دشمنوں کے جاسوس ہر طرف پھر رہے تھے اور مسلمانوں کے فاقہ کا یہ عالم تھا کہ لوگ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ رسولِ اسلامؐ نے ایک کی بجائے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔

یہ خبر اڑتے اڑتے مدینے میں پہنچی۔ سیدہؑ عالم بے قرار ہوگئیں۔ روٹی پکائی، چادر رکھ کر اس دار و گیر کے وقت میدان میں پہنچ گئیں۔

رسول اللہؐ نے جو کئی دن سے خندق کی کھدائی میں مصروف تھے بیٹی کی محبت پر خوش ہو کر فرمایا۔ جانِ پدر آج تین دن کے بعد یہ پہلی غذا ہے جو میں کھا رہا ہوں۔ (ذخائر العقبی صفحہ 47)

جنگ احزاب (5ھ) ہو یا خیبر (7ھ) غرض یہ کہ ہر معرکہ میں حضرت علیؑ جان کی بازی لگاتے رہے لیکن کبھی جناب سیدہؑ نے باپ سے یہ نہیں کہا کہ یہ کام آگئے تو آپ کی بیٹی کا کیا ہوگا مناسب یہی ہے کہ دوسرے اصحاب

کو قربان کے حوالے کر دیجئے بلکہ برابر اس بات پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا اور اسے اپنے فضائل و کمالات میں شمار کیا کہ رب العالمین نے مجھے ایسا شوہر عطا کیا جو راہ خدا کا مجاہد اور اسلام کی خاطر جان قربان کر دینے والا ہے۔ماں ویسی کہ دین کے لئے سارا مال قربان کر دے باپ ایسا کہ مذہب کے لئے ہر مصیبت برداشت کر لے۔

ادبی شجاعت کے لئے تاریخِ صدیقہ طاہرہؑ کا وہ قیامت خیز موقع ہی کافی ہے جب رسولِ اکرمؐ کے بعد اپنے حق کے اثبات کے لئے دربار خلافت میں آئیں اور وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس نے اہلِ دربار کے دل ہلا دیئے اور حاکمِ وقت کو آنسو بہانے پر مجبور کر دیا۔

اس خطبہ میں جن معارف و حقائق کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کا ہوش پُر سکون حالات میں بھی نہیں رہ جاتا ہے۔چہ جائیکہ ایسے سنگین حالات اور ایسے غیر موافق ماحول میں۔

ایسا خطبہ ایک خاتون کی زندگی کا وہ شاہکار ہے جسے معجزہ و کرامت سے کم کا درجہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔(نقوش عصمت صفحہ 182)

بعد احمدؐ کے سرِ درباریُوں خطبہ پڑھا

سب یہی سمجھے کہ گویا مصطفٰی ہیں فاطمہؑ (کلیم)

علم و فضل

مخدومہء کونینؑ اس دار فانی میں زیادہ عرصہ تک نہ رہیں بلکہ جوانی ہی میں ان کا وصال ہو گیا جس کے سبب امتِ مُسلمہ بہت جلد آپؑ کی علمی اور روحانی رہنمائی سے محروم ہو گئی۔

افسوس کہ اس زمانے میں تدوینِ کتب اور علمی مطالب کو محفوظ رکھنے کا کوئی خاص رواج نہ تھا۔ کہ آپؑ کے تعلیمات عالیہ سے ہم زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہوتے لیکن پھر بھی تاریخ میں ذکر آپؑ کی سیرت طیّبہ نیز

دستیاب ایمان پرور کلمات اور الہام صفت خطبات میں وہ سب کچھ ہے جو امت کی بیٹیوں کی دنیا و عقبیٰ کو سنوارنے کیلئے لازم اور ضروری ہے۔

آپؑ ک ے ع ل م و ف ض ل ک و ج ا ن ن ے ک ی ل ئ ے اور ن ہ ہ و ت و ک م از ک م خ ط ا ت ک

تقریباً ایک گھنٹہ پر محیط وہ غیر معمولی خطبہ لمتہ (لفظ لمتہ تین سے دس تک کے افراد کی جماعت اور گروہ پر بولا جاتا ہے کیونکہ جناب بتولؑ ہاشمی خواتین کی جھرمٹ اور حلقے میں دربا تشریف لے گئی تھیں اور وہاں آپؑ نے خطبہ دیا تھا۔ لہذا اس کا نام خطبہ لُمَّۃ مشہور ہوا۔) ہی کافی ہے جو شان و بیان کے لحاظ سے خطبات امیر المومنینؑ کی طرح کلام الامام امام الکلام کا مصداق ہے۔ (جس کا اجمالی ذکر پہلے بھی آچکا ہے) جس میں آپؑ نے اپنے حقوق سے محرومی کو نہایت فصیح و بلیغ انداز سے ذکر کیا ہے۔ صحابہ کرام کو اپنی حمایت کی دعوت دی ہے اور حاکمانِ وقت کو قانون الہیٰ کے اجراء پر زور دیا ہے۔

خطبہ کے دوران آپؑ نے عظمتِ قرآن اور پھر قرآن میں ذکر احکام شرعیہ کے علل اور فلاسفی کو بھی کمال خوبی بیان فرمایا ہے۔۔

تعارف وعظمت قرآن بزبان سیدہؑ عالمیان

جناب سیدہؑ نے مسجد نبوی میں موجود صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ (قرآن) تمہارے لئے حق نما ہے اور تمہارے ساتھ اس کا عہد وپیمان ہے وہ گرانقدر چیز ہے جسے اس نے تم پر باقی رکھا ہے۔ یہ اللہ کی بولنے

والی کتاب اور راست گو قرآن ہے۔ چمکنے والی روشنی ہے۔ برق آسا شمک ہے جس کی بصیرتیں واضح، جس کے اسرار منکشف، جس کے ظواہر آشکار اور جس کے پیروکار قابل رشک ہیں۔

جو اپنے پیروکاروں کو جنت رضوان میں لے جائے۔ جس کی سماعت باعث نجات ہے۔ جس کے ذریعے واجبات و محرمات کا علم ہوتا ہے اور وہ مستحبات جن کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اس کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں اور بندوں کے لئے حلال کی جانے والی شیزوں کا پتہ بھی اسی سے چلتا ہے اور اسی سے شریعت کی مقرر کردہ باتوں کا علم بھی ہوتا ہے۔

اسلامی احکام کا فلسفہ

ا۔ اللہ تعالی نے ایمان کو لازم قرار دیا تا کہ تمہارے دلوں کو شرک سے پاک کر دے۔

۲۔ نماز کو واجب کیا کہ تمہارے غرور تکبر کا خیال مٹایا جائے۔

۳۔ زکواۃ کو واجب کیا کہ تمہارا تزکیہ نفس ہو اور مال بڑھے۔

۴۔روزے کوواجب قرار دیا تا کہ تمہارے اخلاص میں پختگی ہو۔

۵۔حج کوواجب کیا تا کہ دین اسلام کو قوت اور شہرت ملے۔

٦۔عدل کوواجب کیا تا کہ تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑے۔

۷ ہماری اطاعت کو لازم قرار دیا تا کہ نظام ملت درست ہو۔

۸۔ہماری امامت کوواجب کیا تا کہ اختلاف وانتشار سے بچے رہو۔

۹۔جہاد کوواجب کیا تا کہ اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی عظمت قائم رہے۔

۱۰۔صبر کو لازم قرار دیا تا کہ زیادہ سے زیادہ اجر حاصل ہو۔

۱۱۔امر بالمعروف کو لازم قرار دیا تا کہ لوگوں کی اصلاح ہو۔

۱۲۔والدین سے بھلائی کو لازم قرار دیا تا کہ اپنوں کی تعداد بڑھے۔

۱۳۔قصاص کو لازم قرار دیا تا کہ خون کی حفاظت ہو۔

۱۴۔صِلہ ءرحمی کو لازم قرار دیا تا کہ ان کی تعداد بڑھے۔

۱۵۔نذر کو پورا کرنے کو لازم قرار دیا تا کہ گناہوں کی مغفرت ہو۔

۱٦۔کم فروشی کو حرام کیا کمی سے بچنے کے لئے۔

۱۷۔ شراب کو حرام قرار دیا تاکہ رجس اور پلیدگی سے دور رہو۔

۱۸۔ تہمت کو ناجائز قرار دیا تاکہ عذابِ خدا سے بچے رہو۔

۱۹۔ چوری کو حرام کیا عفتِ نفسی کے لئے تاکہ لوگ آرام و سکون سے رہ سکیں۔

۲۰۔ شرک کو حرام کیا تاکہ عبادت میں اخلاص ہو۔

پس اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حکم ہے اور دنیا سے بغیر مسلماں نہ اٹھو۔ اس کے امر و نہی کی اطاعت کرو۔ اس کے بندوں میں خوف خدا رکھنے والے صرف صاحبان علم و معرفت ہیں۔ (احتجاج طبرسی صفحہ 132 جلد 1)

علاوہ ازیں عبادت کے لئے آئی ہوئی مہاجر و انصار خواتین کے سامنے اپنے حقوق و مقام کے بارے میں آپ کا وہ ناقابل فراموش اور ہدایت آثار خطبہ بھی تاریخ کی ایک اہم دستاویز ہے جس کی اثر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ آناً فاناً گھر گھر بیان ہوا اور نقل کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں اکثر بزرگوں کو سراپا اعتذار بن کر مخدومہؑ علم کے پاس آنا پڑا۔ (شرح نہج البلاغہ صفحہ 87 جلد 4)

علمی کمک

تاریخ بتاتی ہے کہ جب متلاشیانِ حق آپؑ کے پاس کوئی سوال یا مسئلہ لیکر آتے تو خاتم النبین ؐکی وارث بیٹی نہایت خندہ پیشانی سے اس کا شافی اور وافی جواب مرحمت فرماتیں۔

ایک مرتبہ ایک خاتون آپؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور آپؑ اس کے شافی جوابات دیتی رہیں جب اس عورت نے دسواں سوال کیا اور آپؑ نے اس کا تسلی بخش اور خاطر خواہ جواب دیا تو وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگی آقازادیؑ! اب میں آپ کو مزید زحمت دوں گی تو آپؑ نے فرمایا کوئی حرج نہیں تجھے آئندہ بھی کوئی سوال یا مسئلہ ہو تو بلا جھجک آکر پوچھ لیا کریں کیونکہ میں نے اپنے پدر بزرگوارؐ سے سنا ہے کہ میری امت کے علماء اور دانش مند قیامت کے دن اپنی دانش کے اندازسے اور مخلوق خدا کی رہنمائی کے مطابق عند اللہ قرب اور مقام پائیں گے۔(تفسیر امام حسن عسکری صفحہ 340)

حاضر جوابی

ایک مرتبہ جناب سیدہؑ سے کسی خاتون نے پوچھا کہ آقازادی اگر تیرا شوہر خلیفہ برحق ہے تو گھر سے باہر جا کر لوگوں کو اپنی بیعت پر کیوں آمادہ نہیں کرتے؟

تو آپؑ نے اس کے جواب میں یہ حدیث پڑھی کہ خلیفہ مثل کعبہ ہے۔ کعبہ کسی کے پاس جانے اور طواف کرنے کا مکلّف نہیں ہے بلکہ لوگ اس کے پاس جانے اور طواف کرنے کے لئے تکلیف دیئے گئے ہیں۔ (نور الھدایہ فی الامۃ صفحہ 23)

آپؑ کی تو بات ہی بڑی ہے۔ آپ کی ایک کنیز فضہ بیس سال تک اپنی روزمرہ زندگی میں صرف قرآنی آیات سے گفتگو کرنے کے سبب متکلمہ بالقرآن کہلائیں کیونکہ ان سے جب بھی کوئی سوال دریافت کیا جاتا تو وہ اس کا جواب قرآنی آیت سے دیتیں۔

اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ جس گھر کی خادمہ کو قرآنی آیات پر اس قدر عبور ہو اور کلام ربّانی پر اتنی دسترس ہو تو اس گھر کے مخدومہ کا علم کس درجے اور مقام پر ہو گا۔

مرویّات

آپ کے القاب میں ایک لقب محدّثہ ہے۔

المحدثہ دال کی زیر اور زبر دونوں سے پڑھا جاتا ہے۔ اگر دال سے ہو تو معنی یہ ہو گا کہ آپؑ نے احادیث کو براہ راست اپنے بابا جان سے روایت کیا اور پھر دیگر راویوں مثلاً امیر المومنینؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، بی بی عائشہ، ام سلمہ، سلمی ولد ابی رافع، اور اسماء بنت عمیس وغیرہ نے آپ سے روایت کیا۔ (آپ کی زبان مبارک سے مختصر اور مفصل (260) اقوال وارشادات نقل کئے گئے ہیں جبکہ عالم اسلام کی بے رخی نے ان کی تعداد صرف دس قرار دی ہے)

آپؑ سے صرف مذکورہ شخصیات نے ہی راوی نہیں کی بلکہ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی آپ کے ہاں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے، مسائل پوچھتے اور احادیث کو آپؑ سے نقل کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث کساء کو ہی لے لیجئے جس کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ آپؑ سے روایت کرتے ہیں۔

نیز بزرگ صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضوان اللہ تعالی علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں یہ خواہش لے کر حاضر ہوا کہ آپ انہیں جناب رسول خداؐ کے حقائق بار فرامین سے بہرہ ور فرمائیں تو آپ نے ایک کنیز کے ذریعے ایک ورق پر تحریر درج ذیل احادیث مرحمت فرمائیں۔

۱) ہمسائے کو ستانے والا شخص جہاں خود غیر محفوظ رہے گا وہاں مومنین میں شمار نہ ہو گا۔

۲) خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھنے والا شخص اپنے پڑوسی کو اذیت نہیں دیتا۔

۳) جو خدا اور روز قیامت پر پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اچھی باتیں کرے ورنہ خاموش ہو جائے۔

۴)اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو لوگوں کا خیر خواہ، صابر اور پارسا ہو۔

۵)اللہ پاک بد چلن، بدزبان، بے حیا اور کثرت سوال کرنے والے نیز سوالوں پر اصرار کرنے والے آدمی کو دشمن سمجھتا ہے اس لئے حیاء ایمان سے ہے اور ایمان دار شخص بہشت میں ہو گا جبکہ فحاشی بے حیائی ہے اور بے حیائی کا انجام جہنم ہے۔(شھبانوی اسلام فاطمۃ الزہراؑ صفحہ 45 جلد 3۔ دلائل الامامۃ صفحہ 1)

جب آپؑ (جنابِ بتولؑ) نے نماز کے بارے میں اپنے پدر بزرگوار سے سوال کیا کہ نماز کو معمولی سمجھنے والے یا اسکو ہلکا قرار دینے والے مردوں اور عورتوں کا انجام کیا ہو گا۔ فرمایا پروردگار انہیں پندرہ قسم کی مصیبتوں میں مبتلا کرے گا۔

۱)اللہ پاک زندگی سے برکت اٹھالے گا۔

۲)اس کے رزق سے بھی برکت اٹھالی جائے گی۔

۳)اس کے چہرے سے نیکی کے آثار مٹ جائیں گے۔

۴)اس کے اعمال کا کوئی اجر نہ ہو گا۔

۵)اس کی دعا آسمان تک نہ پہنچے گی۔

۶)اسے نیک بندوں کی دعاؤں میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

(موت کے وقت تین مصائب)

۱)دنیاسے ذلیل ہو کر جائے گا۔

۲)معنوی اعتبار سے بھوکا رہے گا۔

۳)ایساپیاسا دنیاسے جائے گا کہ تمام دنیاکے دریابھی اسے سیراب نہ کر سکیں گے۔

(قبر کے مصائب)

۱)پروردگار ایسے ملک کو مقرر کرے گا جو سخت ترین برتاؤ کرے گا۔

۲)قبر میں تنگی ہو جائے گی۔

۳)قبر میں اندھیرا پھیل جائے گا۔

(قیامت کے مصائب)

۱)پروردگار ایک فرشتے کو معین کرے گا جو اسے لوگوں کے سامنے منہ کے بل کھینچ کر لائے گا۔

۲)اس کا حساب ہو گا۔

۳)اللہ اس پر نظر عنایت نہ کرے گا اور نہ اس کو پاکیزہ قرار دے گا۔بلکہ اس کے لئے عذاب الیم ہو گا۔(الغدیر صفحہ 10 جلد 3، عوالم العلوم صفحہ 624 جلد 11)

نیز جناب بتولؑ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔

اے حبیبہ پدر! ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور نشہ لانے والی چیز شراب کی مانند ہے اور فرمایا کہ بخل سے بچو کیونکہ یہ ایک ایسی بلا اور مصیبت ہے جو کسی کریم اور سخی شخص میں نہیں پائی جاتی۔

مزید فرمایا کہ کنجوسی سے بچو کیونکہ یہ جہنم میں ایک درخت کا نام ہے جس کی شاخیں دنیا میں ہیں۔ جو بھی اس کی شاخ کے ساتھ لٹک گیا وہ اسے جہنم پہنچا دے گی۔ اور سخاوت جنت میں ایک شجر کا نام ہے جس کی ٹہنیاں دنیا میں ہیں جس اس کی کسی ڈالی کے ساتھ وابستہ ہوا وہ اسے جنت میں لے جائے گی۔

اور فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ ہیں جو لوگوں کے ساتھ میل جول میں نرم خو اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ خوش سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں دعا مستجاب ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ وہ کون سی ساعت ہے؟

آپؐ نے فرمایا جب آدھا سورج غروب ہو جائے یعنی مومن کی دعا غروب شمس کی گھڑی میں مقبول اور منظور ہوتی ہے۔ (دلائل الامامۃ صفحہ 1 تا 5)

جناب سیدہؑ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے بابا جان سے (اس بیماری کے دوران جس میں آپؐ کا انتقال ہو گیا تھا) سنا جبکہ تمام حجرہ اصحاب سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! قریب ہے کہ میرا دنیا سے جلد انتقال ہو جائے۔ جان لو! میں تم میں اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد جو اہل بیتؑ ہیں چھوڑنے والا ہوں۔ پھر آپؐ نے علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا۔ هذا علی علیہ السلام مع القران والقران مع علیؑ۔ یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور

قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں اس وقت تک جدا نہ ہوں گے جب تک کہ میرے پاس (حوض) کوثر پر وارد نہ ہوں گے۔ (بروز قیامت) میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ان کے بارے میں میرا کیا خیال رکھا تھا۔ (ینابیع المودة صفحہ 40 جلد 1)

پھر جناب بتول سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا! الا من مات علیٰ حبّ آل محمد مات شہیدا! کہ جو آلؑ محمدؐ کی محبت پہ مر گیا شہید مرا۔ (عوالم العلوم صفحہ 612 جلد 11)

حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے بوقت علالت اپنی صاحبزادی جناب فاطمة الزہراؑء سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس امت کے لئے ایک مہدیؑ کا ہونا ضروری ہے اور بخدا وہ ہماری ذریت سے ہو گا۔

اور فرمایا کہ اے فاطمہؑ تجھے خوشخبری ہو کہ کہ مہدیؑ تجھ (یعنی تیری اولاد) سے ہو گا۔ (مسند فاطمہؑ صفحہ 54)

جناب بتولؑ نے امام حسین سے فرمایا تمہاری ولادت کے بعد رسول خداؐ میرے پاس تشریف لائے۔ تمہیں گود میں لیا اور فرمایا اپنے حسینؑ کو لے لو اور جان لو کہ یہ نو آئمہؑ کے باپ ہیں اور ان کی نسل سے صالح امام پیدا ہوں گے اور ان میں نواں مہدیؑ ہے۔ (اثبات الہداة صفحہ 552 جلد 2)

چونکہ حضور اکرمؐ کی رحلت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپؑ کا بھی انتقال ہو گیا تھا لہذا آپؑ سے روایات کی تعداد بہت کم ہے۔ چنانچہ بقول حافظ محمد معتمد بدخشانی آپؑ سے کل اٹھارہ احادیث مروی ہیں ایک حدیث فاطمةؑ سیدة نساء اہل الجنة بھی ہے۔ (بخاری شریف صفحہ 512 جلد 1)

روحانی تصرف

آپ حق تعالیٰ کی برگزیدہ اور مستجاب الدعوات کنیز تھیں قدرت نے آپ کو تکوینی اقتدار سے بھی نوازا تھا۔(الحکومۃ الاسلامیۃ صفحہ 52) جس کی بدولت آپؑ کے فرمان سے کیا کچھ نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس کے باوجود آپؑ نہایت انکساری، سادگی اور قناعت سے زندگی بسر کی اور صبر و شکر سے ہی کام لیا۔

www.wilayatmission.com

بحثیت مُحدّثہ (دال کی زبر سے) آپؑ فرشتوں سے ہم کلام ہوتیں۔ (جو شخص نبی نہ ہو اور پھر فرشتوں سے اس کی باتیں ہوتی ہوں تو اگر وہ مرد ہے تو اس کو محدث اور اگر عورت ہے تو اس کو محدثہ کہتے ہیں۔

جناب زہراؑ سے فرشتوں کا ہم کلام ہونا باعث تعجب نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ قرآن مجید میں (آل عمران۔۴۵) ملائکہ کا جناب مریم سے کلام کرنا موجود ہے۔ در حقیقت وحی احکام شریعت انبیاء علیہم السلام سے مخصوص ہے۔ مگر مطلق وحی غیر نبی کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ موسیٰؑ کی والدہ کی طرف وحی کی گئی اور چونکہ جناب سیدہؑ نے ملائکہ سے باتیں کی ہیں لہذا آپ کو محدثہ قرار دیا گیا ہے)

فرشتے آپ کے گھر درزی بن کر آتے۔ (بحارالانوار صفحہ 279 جلد 43)

تو کبھی چکی چلاتے۔ صواعق محرقہ صفحہ 176) کبھی جھولا جھلاتے۔ (مناقب ابن شہر آشوب صفحہ 116 جلد 3)

اور کبھی آسمانوں سے دستر خوان لے کر آتے تھے۔ (تفسیر کشاف صفحہ 358 جلد ا)

بارگاہ رب العزت میں قدر و منزلت

عنداللہ آپؑ کے تقرب اور خصوصیت کا عالم یہ ہے کہ آپ کو امۃ اللہ (کنیزِ خدا) کے تشریفی خطاب سے نوازا گیا۔ (مناقب خوارزمی صفحہ 108 جلد 1) اور نساء اہل الجنۃ کی سرداری سے سرفراز کیا گیا۔

حتیٰ کہ آپ کی خوشنودی کو خالق نے اپنی خوشنودی اور آپؑ کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا۔(مستدرک حاکم صفحہ 154)اور آپ کے محبوں اور اور پیروکاروں کو بخشش اور جنت کی بشارت دی گئی۔

گریہ جناب سیدہؑ بر رحلت رسول خداؐ

بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے مرض الموت میں فاطمہؑ کو بلایا اور کوئی راز کی بات کہدی تو وہ رونے لگیں۔

میں نے پوچھا تو فاطمہؑ نے بتایا کہ آنحضرتؐ نے پہلے اپنی موت کی خبر دی اس سے میں روئی۔ پھر فرمایا میں آپؑ سے سب سے پہلے ملوں گی اس پر میں خوش ہوئی۔ دنیا میں کثرت سے رونے والے پانچ گزرے ہیں۔

۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت یعقوب علیہ السلام (۳) حضرت یوسف علیہ السلام (۴) جناب فاطمۃ الزہرا اسلام اللہ علیھا (۵) امام زین العابدین علیہ السلام۔

حضورؐ کی رحلت کے بعد جناب بتولؑ بہت غمگین رہا کرتی تھیں۔ چنانچہ بقیہ ایام حیات (ظاہری) میں آپؑ کو کسی نے ہنستا ہوا نہیں دیکھا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام فراق پدر میں اس قدر روئے کہ قید خانے کے دوسرے قیدی آپ کے رونے سے پریشان ہو گئے اور کہنے لگے کہ آپ دن کو روئیں یا رات کو۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی بات مان لی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب سیدہؑ حضرت رسولِ خداؐ کو اتنا روئیں کہ اہل مدینہ گھبرا گئے تو انہوں نے کہا ہمیں آپؑ کے رونے سے اذیت ہوتی ہے۔ یا تو آپ دن کو رویا کریں یا رات کو۔ اس کے بعد مولا علیؑ نے جناب سیدہؑ کے لئے مدینہ سے باہر جنت البقیع میں ایک حجرہ بنوا دیا جس کو بیت الحزن کہتے ہیں۔ (حضرت آدم تا خاتمؐ رونے کے لئے دو گھر بنے ہیں۔ ۱) بیت البکاء پدر یوسف حضرت یعقوب کے لئے۔ ۲) بیت الحزن جناب زہرا کے گریہ کے لئے بنا

آٹھ شوال 1344ھ کو جناب بتول کا مزار اطہر منہدم کیا گیا۔ جس کے بعد تقریباً 65 سال تک یہ حجرہ برقرار رہا۔ مگر 1988ء میں اسے بھی منہدم کر دیا گیا۔ جس کے آثار بھی اب تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔)

چنانچہ جناب زہرا اسلام اللہ علیہا کا اس کے بعد معمول ہو گیا تھا کہ صبح کے وقت حسنین علیھم السلام کو اپنے ساتھ لے کر جنت البقیع جاتیں اور سارا دن وہاں پر گریہ فرماتیں۔

جب شام ہوتی تو امیر المومنینؑ انہیں جا کر لے آتے تھے۔ آپؑ فرمایا کرتیں تھیں کہ ہمارے لئے مناسب ہے کہ روئیں۔ اس لئے کہ ہمیں کائنات کے بہترین باپ رسول اللہؐ کی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے اور پھر فرمایا کہ کتنا شوق ہے رسول اللہؐ سے ملاقات کا۔ اور فرمایا

اذا مات یوما میت قل ذکرہ   وذکر ابی مذمات واللہ اکثر

جب کوئی شخص کسی روز مر جاتا ہے۔ تو اس کا ذکر کم ہو جاتا ہے اور میرے بابا جان کا ذکر رحلت کے دن سے بخدا زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ (مفاتیح الجنان صفحہ 333)

حمایت حق کے لئے جدوجہد

جناب رسالت مآبؐ کی رحلت کے بعد جب ماحول میں غیر معمولی تناؤ آیا تو جناب سیدہؑ امیر المومنینؑ کے ہمراہ رات کے پردے میں بطور اتمام حجت کئی بار اہل بدر مہاجر و انصار کے گھروں میں تشریف لے گئیں تاکہ انہیں مولا علیؑ کا حقِ ولایت یاد دلا کر نصرت و حمایت کے لئے آمادہ کیا جا سکے۔

قطع نظر دیگر تفصیلات کے جناب سیدہؑ کے اس تبلغیم عمل سے کم از کم یہ تو ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت حق کی خاطر مومنات سے رجوع کر کے انہیں حمایت حق کے لئے متحرک اور منظم کرنا (اپنی حد تک) خواتین کی بھی شرعی ذمہ داری بنتی ہے جس کے لئے ہر دور میں حسب تقاضہ آمادہ اور مستعد رہنا لازم اور ضروری ہے۔

حضرت رسولِ خداؐ نے اپنی جائداد فدک جس کی سالانہ آمدنی بروایتے چوبیس ہزار دینار سرخ اور بقولے چالیس ہزار دینار سرخ تھی بحکم پروردگار اپنی حیات (ظاہری) جناب زھراؑ کو بخش دی تھی۔ (فدک مدینہ منورہ سے ۱۴۰ کلو میٹر دور چشموں اور باغات سے معمور ایک ذخیرہ، ہرا بھرا اور شاداب علاقہ ہے جو یہودیوں کی ملکیت میں تھا۔ جسے ہجرت کے ساتویں سال مسلمانوں نے رسالت مآبؐ کی رہنمائی میں فتح کیا۔ خیبر کی فتح کے بعد آپ فدک کی طرف متوجہ ہوئے تو یہودیوں نے بغیر جنگ کے فدک آپؐ کے حوالے کیا۔ فدک اسی دن سے آپؐ کی ملکیت اور تصرف میں آیا اور بلاشرکت غیرے آپؐ کا حصہ قرار پایا تو حکم پروردگار نازل ہوا (فات ذا القربی حقّه۔ روم آیت ۳۸) کہ اب اپنے قربت داروں کو ان کا حق دے دیجئے۔ جس کے بعد آپ نے فدک کا وثیقہ جناب فاطمہؑ کے نام لکھ دیا جس کو حاکم وقت کے سامنے پیش کیا تھا۔) جب حضورؐ کا وصال ہوا تو حاکمِ وقت نے بنابر مصالح سیاسیہ اسے قومیا لیا۔

جس پر جناب سیدہؑ نے دعوی دائر فرمایا کہ یہ زمین میرے باباجان نے مجھے ہبہ فرمائی تھی جس کا وثیقہ بھی مجھے لکھ کر دیا تھا۔ چنانچہ حسبِ طلب آپؑ نے حضورؐ کا نوشتہ ھبہ نامہ دکھایا جس پر گواہ مانگے گئے۔

جناب سیدہؑ نے امِّ ایمن (کنیز جو حضورؐ کو اپنے والدِ محترم جناب عبد اللہ سے میراث میں ملی تھی (طبقات ابنِ سعد)) اور مباہلہ کے تین گواہوں امیر المومنینؑ مولا حسنؑ اور مولا حسینؑ کو بطور گواہ پیش کیا۔

جب گواہوں کو ناکافی سمجھا گیا تو آپؑ نے میراث کا دعوی فرمایا جسکے جواب میں مُدّعا علیہ (جو خود جج تھے) نے اپنی لاوارث حدیث کا سہارا لیا کہ ہم گروہ انبیاءؑ کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے بلکہ جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

عدیلہ قرآن نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کیا قرآن میں یہی ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث بنے اور میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں؟

جبکہ اسی قرآن میں (وورث سلیمان داؤد۔ نمل ۱۶) حضرت سلیمانؑ کے وارث ہونے کا ذکر ہے اور حضرت ذکریاؑ کی یہ دعا ہے (فهب لی من لدنك ولیاً یرثنی ویرث من آل یعقوب ۵۔۶ مریم) کہ خدایا مجھے ایسا جانشین دے جو میرا اور آلِ یعقوبؑ کا وارث ہو۔

اور یہ اعلان ہے (واولو الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب الله۔ الانفال ۷۵) کہ قرابت دار بعض بعض سے زیادہ مستحق ہیں۔

اور یہ ارشاد ہے (یوصیکم الله فی اولاد کم لذ کر مثل حظ الانثیین۔ النساء ۱۱) کہ خدا اولاد کے بارے تم کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی کا دگنا ملے۔

اور یہ تعلیم ہے (ان ترك خیرا الوصیة للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین۔ بقرہ ۱۸) کہ مرنے والا اپنے والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرے۔ یہ متقین کی ذمہ داری ہے۔

اور تمہارا یہ خیال ہے کہ نہ میرا کوئی حق ہے، نہ میرے باپ کی میراث ہے اور نہ میری کوئی قرابت داری ہے۔ کیا تم پر کوئی خاص آیت نازل ہوئی ہے جس میں میرا باپ شامل نہیں ہے

یا تمہارا کہنا یہ ہے کہ میں اپنے باپ کے مذہب سے الگ ہوئی اس لئے وارث نہیں کیا۔

تم قرآن کے عام وخاص کو میرے باپ اور میرے ابنِ عمؑ سے زیادہ جانتے ہو۔(احتجاج طبرسی صفحہ 138 جلد 1۔بلاغات النساء صفحہ 62)

استغاثہ ہذا سے معلوم ہوا کہ آج بھی اگر کوئی معزز بی بی اور محترم خاتون اپنا حق مانگنے اور انصاف چاہئے کی غرض سے عدالت میں گلی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں بلکہ یہ صدیقہ کبریٰ جناب زہراؑ کی سنت ہے۔

برداشت مصائب

سرکارِ دوجہاںؐ کے وصال کے بعد جناب سیدہؑ نے بے پناہ مصائب جھیلے جن کا اظہار آپؑ ایسی صابرہ بی بی کو بھی بایں الفاظ کرنا پڑا۔

صبّت علیّ مصائب لو انّھا   صّبت علی الایام صرن لیالیا

(ناسخ التواریخ صفحہ 87 جلد 1)

کہ مجھ پر مصیبتوں کے وہ پہاڑ ٹوٹے ہیں

کہ اگر یہ دنوں پر پڑتے تورات ہو جاتے

اور اس کیفیت کی ترجمانی ضمیر دہلوی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

دور تنہا بیٹھ کر آنسو بہائے فاطمہؑ

اپنے گھر بابا کو رونے نہ پائے فاطمہؑ

حد مصائب کی ہوئی لیکن علیؑ موجود تھے

ورنہ چھین جاتی مدینے میں ردائے فاطمہؑ

جس جگہ تعظیم کو اٹھتے تھے ختم المرسلینؐ

بن کر فریادی اسی مسجد میں جائے فاطمہؑ

ہے دلِ مضطر کو محسنؑ کی شہادت کا الم

پہلوئے مجروح اب کس کو دکھائے فاطمہؑ

مزارات شہداء پر حاضری

جناب معصومہؑ پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد ہر ہفتہ (میں) بروز سوموار و جمعرات جنابِ حمزہ اور شہداء احد کی زیارت کے لئے جاتی تھیں، نماز پڑھتی تھیں اور وہاں دعا و گریہ فرماتی تھیں۔ چنانچہ آپ نے جناب حمزہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار سے تربت لا کر اپنے لئے تسبیح بھی بنائی تھی۔ (جلاء العیون صفحہ 199 جلد 1)

آثار و تبرکات

۱) مصحفِ فاطمہؑ

مصحف رسائل و کلمات کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید کو اصطلاحاً مصحف کہا جاتا ہے ورنہ یہ لفظ بالکل عام ہے جس کا اطلاق ہر صحیفہ اور کتاب پر ہو سکتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے 128ھ میں دشمنان اسلام کے فتنے کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا میں نے یہ بات مصحفِ فاطمہؑ میں دیکھی ہے۔

ایک صحابی نے آپؑ سے دریافت کیا کہ مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟

حضرتؑ نے جواب میں فرمایا رسولِ خداؐ کی وفات کے بعد جناب فاطمہؑ ۷۵ دن زندہ رہیں۔ یہ مصیبت آپ کے لئے نہایت سخت اور شدید تھی۔

ایک فرشتہ آتا تھا اور آپ کو تسلی دیتا تھا۔ آپؑ کے والد کے مقام و مرتبہ کے بارے میں بتلاتا تھا اور ان کے واقعات کی خبر دیتا تھا جو آپؑ کے بعد آپؑ کی اولاد کے لئے رونما ہونے تھے اور امیر المومنینؑ اس کو لکھتے تھے اسی مجموعہ کو مصحف کہتے ہیں۔ (بصائر الدرجات صفحہ 157) آپؑ نے فرمایا اس میں حلال و حرام کا بیان نہیں ہے بلکہ اس میں آئندہ رونما ہونے والے واقعات کا تذکرہ ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس میں اولین و آخرین کا علم ہے یعنی جو کچھ پہلے ہو چکا ہے یا قیامت تک پیش آنے والا ہے۔اس میں تمام واقعات، فتنوں اور جنگوں کا ذکر موجود ہے۔(اصول کافی صفحہ 188 جلد1)اس سے اندازہ لگائیں کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا علم کس قدر زیادہ اور وسیع تھا۔

(لوحِ زمّردیں)

جناب ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضوان اللہ علیہ سے فرمایا اے جابر! مجھے تم سے ایک کام ہے۔جب فرصت ہو تو مجھ سے ملنا۔

جناب جابر نے کہا مولاؑ جس وقت فرمائیں حاضر ہو جاؤں گا۔

پھر ایک مرتبہ میرے والد ماجد نے جابر بن عبد اللہ انصاری کو تنہائی میں بلایا اور فرمایا اے جابر! اس لوح کے بارے میں بتلائیں جسے آپ نے میری جدّہ جناب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے پاس دیکھا تھا اور انہوں نے اس لوح میں کیا لکھا ہوا بتلایا تھا؟

جناب جابر نے کہا کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں رسول اللہؐ کی (ظاہری) زندگی میں آپ کی جدہ عالیہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ جناب امام حسینؑ کی مبارکباد دے سکوں۔میں نے اس وقت ان کے ہاتھوں میں ایک سبز لوح دیکھی۔میرے خیال میں وہ زمرد کی تھی اور اس پر تحریر سورج کی طرح روشن تھی۔

میں نے عرض کیا اے بنتِ رسولؐ میرے ماں باپ نثار یہ لوح کیسی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہ لوح اللہ پاک نے اپنے رسولؐ کے پاس بھیجی ہے اس میں میرے پدرؑ بزرگوار کا نام ہے۔ علیؑ کا نام ہے۔ میرے دونوں فرزندوں کے نام ہیں اور ان اوصیاء کے نام ہیں جو میرے فرزند کی نسل سے ہوں گے۔ پھر میرے بابا جان نے یہ (لوح) مجھے عطا فرمائی تا کہ میں اسے دیکھ کر خوش ہو جاؤں۔

میں نے آپؑ کی جدہ معظمہ سے وہ لوح لے کر پڑھی اور اس کو نقل کیا۔

میرے والد ماجدؑ نے جابر سے کہا کہ اے جابر کیا وہ لوح تم مجھے دکھاؤ گے ؟

جناب جابر نے عرض کی جی ہاں ضرور۔

پس میرے والد ماجد جابر کے ساتھ ان کے گھر گئے اور جابر باریک جھلی پر لکھا ہوا ایک صیفحہ نکال لائے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جابر! تم اپنی تحریر پر نظر رکھو جو اس میں لکھا ہے میں تمہیں بیان کرتا ہوں۔

پس جابر نسخہ دیکھتے اور آپ بیان کرتے جاتے تھے۔

میرے والد ماجد نے پڑھا تو ایک حرف کا فرق بھی نہ پایا۔

جناب جابر نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ جو آپ نے فرمایا ویسا ہی اس لوح میں لکھا ہوا ہے۔

(الٰہی فرمان کا متن ذیشان)

غالب و حکیم خدا کی طرف سے یہ تحریر اس کے نبی، سفیر حجاب (خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ اور وسیلہ (درمیان) اور دلیل محمدؐ کے لئے ہے جسے رب العالمین کی جانب سے روح الامین لیکر نازل ہوئے تھے۔

اے محمدؐ میرے اسماء کی تعظیم کرو، میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو اور میری نعمتوں کا انکار نہ کرو۔

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں ظالموں کی کمر توڑنے والا اور مظلوموں کو دولت دینے والا اور قیامت کے دن بڑا اجزا دینے والا ہوں۔

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو کوئی میرے فضل کے سوا کسی دوسرے سے امید لگائے اور میرے عدل کے سوا کسی غیر سے خوف کھائے گا تو میں اس کو ایسی سخت سزا دوں گا کہ دنیا میں کسی کو ایسی سزا نہ دی ہو گی۔

پس میری عبادت کرو اور میرے اوپر توکل کرو۔

میں نے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا مگر یہ جب اس کے دن پورے ہوئے اور اس کی عمر تمام ہوئی تو میں نے اس کا وصی مقرر کیا۔

اے محمدؐ! میں نے تم کو تمام انبیاءؑ پر فضیلت دی اور تمہارے وصی کو تمام اوصیاء پر۔ اور میں نے تم کو عزت بخشی۔ تمہارے دو بچوں اور نواسوں حسنؑ اور حسینؑ میں سے میں نے حسنؑ کو علم کا معدن بنایا اور حسینؑ کو اپنی

وحی کا خزینہ دار قرار دیا اور میں نے اسے شہادت سے سرفراز کیا اور اس پر سعادت کو ختم کیا۔ پس وہ سب شہداء سے افضل اور درجہ میں بلند ہے۔

میں نے اس کے ساتھ اپنا کلمہ تامہ قرار دیا اور اس کو اپنی حجتِ بالغہ بنایا اس کی اولاد کی اطاعت پر میں ثواب دوں گا اور اس کی نافرمانی پر عذاب دوں گا۔

اس کی اولاد میں اول علی ابن الحسینؑ سید العابدینؑ ہیں جو اولیائے (سابق) کی زینت ہیں۔

اور ان کے فرزند جس کا نام اس کی جدّ کے نام پر محمد (باقر علیہ السلام) ہے جو میرے علم کو ظاہر کرنے والا اور میری حکمت کی کان ہے۔

ان کے کے فرزند جعفر (صادق علیہ السلام) کے بارے میں شک کرنے والے ہلاک ہوں گے۔ اس کا انکار کرنے والا گویا میرا منکر ہے۔ میرا یہ وعدہ ثابت اور پورا ہو گا کہ میں مقام جعفرؑ کو گرامی اور محترم قرار دوں گا۔ ان کے شیعوں، مددگاروں اور دوستوں کی کثرت سے ان کو خوش کروں گا۔

اور ان کے بعد ان کے فرزند موسیٰ (کاظم علیہ السلام) ہوں گے۔ ان کے دور میں پر آشوب فتنے برپا ہوں گے۔ (مگر) شریعت کا رشتہ نہیں ٹوٹے گا اور میری حجت پوشیدہ نہیں رہے گی۔

اور میرے اولیاء معرفت کے چھلکتے ہوئے جاموں سے سیراب ہوں گے جس نے ان میں سے ایک کا بھی انکار کیا۔ گویا اس نے میری نعمت سے انکار کیا اور جس نے میری کتاب کی ایک آیت کو بدلا اس نے میری تکذیب

کی۔ ایسے جھوٹوں کی ہلاکت ہو جو میرے حبیب اور نیک بندے موسی (کاظم علیہ السلام) کے بعد فتنے اٹھائیں گے۔

علی رضاؑ میرا ولی اور ناصر ہے جس کے کاندھوں پر میں نبوت کی مانند بار رکھوں گا اور اس کا سختیوں (گویا مامون کی ولی عہدی کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے) سے امتحان لوں گا۔ اس کو ایک مغرور بھوت شہید کرے گا اور وہ اس شہر میں دفن ہو گا جس کی بنیاد اللہ کے نیک بندے ذوالقرنین نے رکھی تھی۔ اور اس کی قبر میرے بدترین مخلوق کے پہلو میں ہو گی۔

میرا یہ فرمان اور وعدہ ثابت ہے کہ میں اسے ان کے فرزند، خلیفہ، جانشین اور وارث محمد (تقی علیہ السلام) سے خوش کروں گا۔

جو میرے علم کے معدن، میرے اسرار کے محل اور مخلوق پر میری حجت ہیں۔ جو ان پر ایمان لائے گا میں جنت میں اس کا ٹھکانہ بناؤں گا اور اس کے خاندان (کے ستر ایسے افراد جو جہنم کے مستحق ہوں گے) کے لئے ان کی شفاعت کو قبول کروں گا۔

اور میں نے اس امامت کی سعادت کو ان کے بعد علی (نقی علیہ السلام) کے لئے مخصوص کیا جو میرے ولی اور ناصر ہیں، میری مخلوق پر گواہ اور میری وحی پر آمین ہیں۔

میں ان سے ایک داعی حسن (عسکری علیہ السلام) کو پیدا کروں گا جو میری راہ کی طرف ہدایت کرنے والا اور میرے علم کا خازن ہے۔

پھر اس سلسلہ امامت کو اس کے بیٹے م ح م د کے ذریعے مکمل کروں گا جو عالمین کے لئے رحمت ہو گا۔ اس میں موسیٰؑ کا کمال عیسیٰؑ کی شان اور ایوبؑ کا صبر ہے (زمانہ غیبت) میں میرے اولیاء کے سر ایک دوسرے کو ترک و دیلم کے کفار کے سروں کی طرح بطور تحفہ بھیجے جائیں گے وہ قتل کئے جائیں گے، جلائے جائیں گے، وہ خوف زدہ اور دہشت زدہ رہیں گے، ان کے خون سے زمین رنگین ہو جائے گی۔ ان کی عورتوں کے رونے پیٹنے کی آواز بلند ہو گی۔ یہ لوگ میرے سچے دوست ہوں گے۔ ان کے ذریعے سے میں پر آشوب، سخت اور تاریک فتنہ کو دور کروں گا اور ان کے ذریعے سے شبہات و مصائب اور زنجیروں کو ہٹا دوں گا۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے درود و رحمت ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

عبد الرحمن بن سالم سے مروی ہے کہ جناب ابو بصیع نے کہا کہ اگر آپ نے (شہادتِ امامت کے بارے میں) اپنی زندگی میں اس حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث نہ بھی سنی ہو تو بھی آپ کے لئے کافی ہے۔ پس اس کو اس کے اہل حضرات کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں۔ (اسے ہمارے عظیم الشان علماء محمدون ثلاثہ نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے چنانچہ شیخ الشیعہ ابو جعفرؒ کلینی نے اصول کافی صفحہ 443 جلد 1۔ شیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے کمال الدین واتمام النعمۃ صفحہ 308 جلد 1 اور شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے امالیطوسی صفحہ 297 جلد 1 مطبوعہ المقدسۃ میں نقل فرمایا ہے)

نماز حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا

روایت میں آیاہے کہ حضرت فاطمہ علیھا السلام دو رکعت نماز پڑھتی تھیں جسے جبرئیلؑ نے تعلیم کیا تھا۔ پہلی رکعت میں حمد کے بعد سو مرتبہ سورہ قدر اور دوسری رکعت میں حمد کے بعد سو مرتبہ سورہ توحید اور جب سلام پڑھ لیتی تھیں تو یہ دعا پڑھتی تھیں۔

سبحان ذی العزّ الشامخ المنیف سبحان ذی الجلال الباذخ العظیم سبحان ذی الملك الفاخر القدیم سبحان من لبس البھجة والجمال سبحان من تردّی بالنُّور و الوقار سبحان من یری اثر النّمل فی الصفا سبحان من یری وقع الطیر فی الھواء سبحان من ھو ھکذا لا ھکذا غیرہ۔

ایک اور روایت کے مطابق اس دعا کے بعد تسبیحِ جناب زہراء پڑھے اس کے بعد سو مرتبہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھے۔

مناسب یہ ہے کہ حالتِ سجدہ میں یہ دعا پڑھے۔

یا من لیس غیرہ رب یدعی یا من لیس فوقه اله یخشی یا من لیس دونه ملك یتقی یا من لیس له و زیر یوتی یا من لیس له حاجب یرشی یا من لیس له بواب یغشی یا من لا یزداد علی کثرة السوال

الا کرما وجودا وعلی کثرۃ الذنوب الا عفوا وصفحا صل علے محمد وال محمد وافعل بے کذا و کذا۔ اس جگہ خدا اپنی حاجت طلب کرلے۔ (مفاتیح الجنان صفحہ 40)

تسبیح فاطمہ

ہر نماز کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحِ جناب زہراؑ، تکبیرے، تحمید اور تسبیح (۳۴بار اللہ اکبر ۳۳بار الحمد اللہ اور ۳۳بار سبحان اللہ) پر مشتمل ہے جو ہر نماز کی تکمیل اور ہر عبادت کی جان اور روحِ رواں ہے جس کو تفسیر معصوم میں ذکر کثیر بھی کہا گیا ہے کا روحانی تحفہ بھی ہمیں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے مبارک توسط سے ملا۔ (بخاری شریف صفحہ 935 جلد2)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد اگر تسبیح فاطمہؑ سے افضل وبرتر کوئی عبادت ہوتی تو حضورؐ جناب سیدہؑ کو ضرور بتلاتے۔

نیز فرمایا کہ روزانہ نماز کے بعد تسبیحِ فاطمہؑ کا پڑھنا مجھے ہزار رکعت نماز پڑھنے سے زیادہ عزیز ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم اپنے چھوٹے بچوں کو حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی تسبیح پڑھنے کا حکم یوں دیتے ہیں جیسا کہ ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔

پس اس کو ترک نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جو اسے ہمیشہ پڑھتا رہے وہ کبھی بھی شقی اور بد بخت نہ ہو گا۔(فروع کافی صفحہ 343 جلد3)

اعمال اور دعائیں

محدّث فیضؒ نے خلاصتہ الاذکار میں لکھا ہے کہ ایک دن جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ابھی آرام کرنے کے لئے آمادہ ہو رہی تھیں کہ حضورِ اکرمؐ تشریف لائے اور فرمایا کہ بیٹی سونے سے پہلے چار کام کر لیا کریں۔

۱) قرآن پاک ختم کر لیا کریں۔

۲) پیغمبر کو اپنا شفیع بنائیں۔

۳) مومنین کو شاد کریں۔

۴) ایک عمرہ اور حج بجالائیں۔

یہ فرما کر حضورؐ نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بی بیؑ نے عرض کی کہ بابا جان! اس قدر قلیل وقت میں اتنے سارے عمل کیسے بجالاؤں؟

www.wilayatmission.com

تو آپؐ نے مسکرا کر فرمایا۔

۱)اگر تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھیں تو گویا آپ نے پورے قرآن کو ختم کیا۔

۲)اگر مجھ پر اور دیگر سارے انبیاءؑ پر درود بھیجیں تو قیامت کے دن ہم سب آپ کے شفیع ہوں گے۔

۳)اگر مومنین کے لئے استغفار کریں تو وہ آپ سے خوش ہوں گے۔

۴)اگر ایک بار تسبیحات اربعہ سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہٰ الّا اللہ واللہ اکبر پڑھیں تو گویا آپ نے ایک حج ادا کر لیا۔(منتہی الامال صفحہ 199 جلد 1)

نماز استغاثہ (نماز استغاثہ بتولؑ)

روایت ہے کہ جب کوئی حاجت یا مشکل پیش آئے تو دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر جناب سیدہؑ کی تسبیح پڑھے پھر سجدہ میں جائے اور سو مرتبہ یا مولاتی یا فاطمۃ اغثنی پڑھے پھر پیشانی کا داہنا حصہ زمین پر سکھ کر سو مرتبہ یہی پڑھے پھر سجدہ میں سو مرتبہ یہی پڑھے۔ پھر پیشانی کا بایاں حصہ زمین پر رکھ کر سو مرتبہ یہی پڑھے۔ پھر سجدہ میں ایک سو دس مرتبہ یہی پڑھے۔ پھر اپنی دعا مانگ لے انشاء اللہ قبول ہو گی۔ دیکھو حاشیہ مفاتیح الجنان صفحہ 251) اور دعائے حریق (اللّھم انّی اصبحت اشھدك و كفی بك شھیداً ۔الخ (البلد الامین) جن کا پڑھنا ہر حاجت کے لئے آزمودہ ہے۔

حرز فاطمہؑ اور دعائے نور (جس کا پڑھنا ہمیشہ تپ اور بخار سے بچاتا ہے۔) اور ان جیسی بہت سی دعائیں اور اعمال یہ سب کچھ ہمارے لئے آپؑ کی ہی کی دین اور عطا ہیں۔

نقش خاتم

جناب سیدہؑ کی انگوٹھی پر یہ عبارت نقش تھی۔

امن المتوکلون (توکل کرنے والے امن میں ہو گئے)

حرز فاطمہؑ

سید ابن طاؤس نے منہج الدعوات میں جناب سیدہؑ کے حرز کو یوں نقل فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا حیّ یا قیّوم برحمتك استغیث فاغثنی ولا تکلنی الیٰ نفسی طرفته عین ابدا واصلح لی شانی کله۔ (ریاحین الشریعہ صفحہ 101 جلد 2)

مادراں رااسوۂ کامل بتولؑ

جناب سیدہؑ کی مقدس آغوش میں حسنین علیہ السلام ایسے جوانانِ جنت کے سردار شہزادوں اور صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰؑ اور حضرت اُمِّ کلثومؑ ایسی خوب سیرت اولاد کی پرورش ہوئی۔ جیسے کوئی ثمر اپنے شجر کی پہچان اور شناخت ہوتا ہے۔

اسی طرح بچوں کیا آبرومندی بھی اپنے والدین کی صلاحیتوں اور خوبیوں کی مظہر اور آئینہ دار ہوتی ہے۔لہذا جو صاحب آپ کی سیرتِ طیبہ کو جاننا اور اپنانا چاہے تو اس کا پرتو انہیں

سیرت فرزندہاازامہات جوہر صدق وصفاازامہات

آپؑ کی پاک وطیب اولاد اور صالح ذریت کی سیرت اخلاص میں ملے گا جو آپؑ کی پاکیزہ تعلیم و تربیت کے معصوم شاہد اور گواہ ہیں۔

کس شان کی مائیں تھیں وہ کس شان کی اولاد

اس شان سے قائم ہوئی اسلام کی بنیاد

اولاد نے جان دے کے بھی ماؤں کو رکھا شاد

اے کاش رہے ہم کو بھی یہ طرز وفا یاد

خاکی وہ بہار آج بھی ہر فصل میں دیکھیں

اسلام کے آثار نئی نسل میں دیکھیں

درجہ کمال

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مردوں میں سے بہت سے لوگ کامل گزرے ہیں لیکن عورتوں میں صرف چار عورتیں کامل گزری ہیں۔

۱) مریمؑ (۲ آسیہؑ (۳ خدیجہؑ (۴ فاطمہ

اور ان میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ فاطمہؑ کو حاصل ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب صفحہ 104 جلد 2)

زہراؑء، خدیجہؑ حضرت مریمؑ و آسیہؑ

ترتیب وار چاروں ہیں آیاتِ کبریا

عظمت میں پر خدیجہؑ سے احمدؐ ہیں خود گواہ

زہراؑء کے ماسوا نہ ہوا کوئی ماسوا

وصیت جناب زہراؑء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ وصیت ہے جو فاطمہؑ بنت رسولؐ نے کی کہ وہ شہادت دیتی ہے کہ سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے کوئی خدا نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں اور علیؑ اللہ کے ولی اور رسول اللہ کے وصی ہیں اور یہ کہ جنت اور دوزخ حق ہیں۔

قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اس دن خدا اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔ اے علیؑ مجھے حنوط کرنا، غسل دینا اور کفن پہنانا اور میرے اوپر نماز پڑھنا اور مجھے رات کو دفن کرنا اور کسی کو میری موت کی اطلاع نہ دینا۔

میں تم کو خدا کے سپرد کرتی ہوں اور روز قیامت تک (آنے والے) اپنے بچوں کو سلام کرتی ہوں۔ (بحار الانوار صفحہ 214 جلد 43)

ہنگام رحلت اسلامی آداب کی پابندی

نماز کے مستحبات میں سے ایک یہ ہے کہ نمازی نماز کے وقت بدن اور لباس پر خوشبو لگائے اور پاک صاف کپڑے پہن کر نماز پڑھے۔ اس طرح نماز کے احترام اور وقار کا خیال رکھے۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی (ظاہری) عمر کے آخری لمحات تھے۔ مغرب کی اذان کی چند لمحے باقی تھے کہ نماز کا وقت ہو جائے۔

آپؑ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا میری عطر کی شیشی اور ساتھ میں وہ لباس بھی لے آؤ جس میں نماز پڑھتی ہوں۔

وضو فرمایا مگر اس وقت آپؑ کی حالت متغیّر ہوئی اور آپؑ لیٹ گئیں اور اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو مجھے اٹھا دینا۔ اگر اٹھوں تو ٹھیک ہے ورنہ کسی کو بھیج کر امیر المومنینؑ کو بلا لینا۔

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے کہا الصّلوٰۃ یا بنت رسول اللہ کہ اے دخترِ رسولؐ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔

جب میں نے دیکھا تو پتا چلا کہ آپؑ کی روح داغِ مفارقت دے گئی ہے۔(کشف الغمہ صفحہ 500 جلد1)

بی بی پاکؑ کے اس عمل سے دختراںِ امت کو پاکیزگی اور اسلامی آداب کی پابندی کا درس لینا چاہئے جنہوں نے اپنے آخری لمحات میں بھی نماز کے لئے خوشبو استعمال کی اور نماز کے مخصوص لباس کو پہنا اور نماز سے پہلے ہی نماز کے لئے آمادہ ہوئیں۔

دنیا سے پردہ اور شہادت

جس طرح شبِ قدر بہت زیادہ فضیلت والی مگر بہت مختصر وقت کے لئے ہوتی ہے اسی طرح جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی حیات طیبہ بھی بڑی فضیلت والی مگر بہت مختصر مدت کے لئے تھی۔

شبِ قدر کی باطنی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شبِ قدر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہاہیں جس کو جناب سیدہؑ کی باقاعدہ معرفت حاصل ہوگئی اس کو شب قدر نصیب ہوگئی یعنی جو شخص بی بی پاکؑ کو پہچان لے اس کو شبِ قدر مل گئی۔(تفسیر فرات صفحہ 218)

مخدومہ ذی قدر اور لیلۃ القدر میں ربط و تعلق

۱) جیسے شبِ قدر مجہول القدر ہے ویسے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی قدر و منزلت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔

۲)شبِ قدر سال کی چند راتوں میں پوشیدہ ہے۔جناب سیدہؑ کی قبر اطہر بھی بزرگان دین کی قبروں کے درمیان پوشیدہ ہے۔

۳)شبِ قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔جناب سیدہؑ کی فضیلت بھی ہزاروں ہزار انسانوں کی فضیلت سے کہیں زیادہ ہے اور منزلت کہیں زیادہ بلند ہے۔

۴)شبِ قدر وہ وقت ہے جب پیغمبرِ اکرمؐ کے قلبِ انور پر قرآن یکبارگی نازل ہوا۔یوں تو قرآن رفتہ رفتہ تیئس سال میں نازل ہوا مگر ایک دفعہ مکمل شبِ قدر میں نازل ہوا۔

اس بناپر شبِ قدر فضیلتوں کے نزول کی شب ہے۔اس شب میں علم، حکمت اور کمالات نازل ہوتے ہیں ۔جناب زہرا سلام اللہ علیہا بھی امامت اور ولایت کے انوار کا معدن ہیں اور علم و حکمتِ الٰہی کا خزانہ ہیں۔

۵)شبِ قدر وہ رات ہے جس میں فرشتے خدا کے حکم سے انسانوں کی تقدیر معیّن کرتے ہیں اور ولیُ بر حق کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ رات وہ رات ہے جو اول سے آخر تک خیر ہی خیر ہے۔ سعادت ہی سعادت ہے۔جناب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی مختصر سی حیاتِ دُنیوی بھی سراپا خیر ہی خیر ہے۔

برکت ہی برکت ہے اور فرشتوں کی توجہ ُخاص کا مرکز ہے۔(سوانح حضرت فاطمۃ الزہرا علیہ السلام صفحہ 14)

گو جناب سیدہ طاہرہؑ اس سرائے فانی میں بہت کم عرصہ رہیں لیکن پھر بھی ان کی مختصر زندگی کا ہر شعبہ درسِ عمل اور طبقہ اناث کے مکلم ضابطہ ٔحیات ہے۔

سفر آخرت

آپؑ نے اٹھارہ سال دوماہ پندرہ دن کی ظاہری عمر پا کر بتاریخ ۳ جمادی الثانی ۱۱ھ کو (شہادت پاکر) اس سرائے فانی سے پردہ فرمایا۔

بروایتِ حاکم نیشاپوری حضرت علیؑ نے غسل دیا، جنازہ اٹھایا اور رات کو دفن کیا اور کسی کو اطلاع نہ ہوئی۔(مستدرک حاکم صفحہ 163 جلد 3)

بنابر مشہور آپ جنت البقیع (جنت البقیع میں سیدہ عالمینؑ کی قبر مطہر کی حالت زار اور ویرانی پوری امت مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے کیونکہ

جن کی ردا کے سائے میں عصمت جواں ہوئی

اس کی لحد پہ دھوپ کی چادر ہے ان دنوں

(سید محسن نقوی شہید)

میں دفن ہوئیں جب کہ ایک روایت کے مطابق آپؑ اپنے گھر میں دفن ہوئیں۔ جب بنی امیہ نے مسجد نبویؐ کی توسیع کی تو قبر میں آگئی۔

لہذا بہتر یہ ہے کہ دونوں مقامات کی کی زیارت کی جائے۔

جس کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

رشتہ آئینِ حق، زنجیرِ پاست پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفیؐ است

ورنہ گرد تربتش گردیدمے سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمے

شریعت کی پابندی ملحوظ اور رسولِ خداؐ کے فرمان کا پاس اور ادب ہے ورنہ آپ کی تربت کے ارد گرد طواف کرتا اور دیوانہ وار گھومتا اور آپ کی خاک پاک پر سجدوں کا چھڑکاؤ کر دیتا۔

بی بی پاکؑ سے درخواست

ابو وفا شیر ازی سے روایت ہے کہ ایک رات خواب میں حضورؐ کے دیدار سے مشرف ہوا آپؐ نے فرمایا کہ مجھ سے میری بیٹی اور میرے دونوں فرزندوں سے کسی دنیاوی امر کے لئے توسّل نہ کر بلکہ ہمیں اُمور آخرت کے لئے وسیلہ بنا۔ (بحار الانوار صفحہ 35 جلد 94) اسی بنا پر راقم الحروف نے بھی جناب بتولؑ سے متوسل ہو کر عاقبت بخیر ہونے کے لئے یہ اپنی سی کوشش کی ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے ماننے والوں اور متوسلین کی کیسے دستگیری اور مدد فرماتی ہیں اس سلسلے میں حکومتِ پاکستان کے دورِ اول کے ایک اہم عہدیدار اور ذمہ دار نیز صاحب طرز ادیب اور قلم کار (شخصیت) جناب قدرت اللہ شہاب کے ساتھ بیتا ہوا ایک واقعہ ان کی آپ بیتی سے پیش خدمت ہے۔

چنانچہ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار میں کسی دور دراز علاقے میں گیا ہوا تھا وہاں پر ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بوسیدہ سی مسجد تھی۔ میں جمعہ کی نماز پڑھنے اس مسجد میں گیا تو ایک نیم خواندہ سے مولوی صاحب اردو میں بے حد طویل خطبہ دے رہے تھے۔

انہوں نے ایک داستان کچھ ایسے انداز سے سنائی کہ تھوڑی سی رقت طاری کر کے وہ سیدھی میرے دل میں اتر گئی۔

یہ قصہ ایک باپ اور بیٹی کی باہمی محبت اور احترام کا تھا۔ باپ حضرت محمد مصطفیؐ تھے اور بیٹی حضرت بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا تھیں۔ مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ حضور کریمؐ جب اپنے صحابہ کرام کی کوئی درخواست یا

فرمائش منظور نہ فرماتے تھے تو بڑے بڑے برگزیدہ صحابہ کرام بی بی فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی منت کرتے تھے کہ ان کی درخواست حضورؐ کی خدمت میں لے جائیں اور ان سے منظور کروالائیں۔

حضور نبیؐ کریمؐ کے دل میں بیٹی کا اتنا پیار و احترام تھا کہ اکثر اوقات جب بی بی فاطمہؑ کوئی ایسی درخوست یا فرمائش لے کر حاضر خدمت ہوتی تھیں تو حضورؐ خوش دلی سے اسے منظور فرمالیتے تھے۔ اس کہانی کو قبول کرنے کے لئے میرا دل بے اختیار آمادہ ہو گیا۔

جمعہ کی نماز کے بعد میں اسی بوسیدہ مسجد میں بیٹھ کر نوافل پڑھتا رہا کچھ نفل میں نے حضرت بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی روح پاک کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھے۔ پھر میں نے پوری یکسوئی سے گڑ گڑا کر یہ دعا مانگی۔

یا اللہ میں نہیں جانتا کہ یہ داستان صحیح ہے یا غلط لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیرے آخری رسولؐ کے دل میں اپنی بیٹی خاتون جنّتؑ کے لئے اس سے زیادہ محبت اور عزت کا جذبہ موجزن ہو گا۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی روح طیبہ کو اجازت مرحمت فرمائیں کہ وہ میری ایک درخواست اپنے والدِ گرامیؐ کے حضور میں پیش کر کے منظور کروالیں۔

درخواست یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ کا متلاشی ہوں۔ سیدھے سادھے مروّجہ راستوں پر چلنے کی سکت رکھتا۔ اگر سلسلہ اویسیہ واقعی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے تو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مجھے اس سلسلہ سے استفادہ کرنے کی ترکیب اور توفیق عطا فرمائے۔

اس بات کا میں نے اپنے گھر میں یا باہر کسی سے ذکر تک نہ کیا۔ چھ سات مہینے گزر گئے اور میں اس واقعہ کو بھول بھال گیا۔ پھر اچانک سات سمندر پار کی میری ایک جرمن بھابھی کا ایک عجیب خط موصول ہوا۔ وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں اور اعلیٰ درجہ کی پابندِ صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں۔ انہوں نے لکھا۔

اگلی رات میں نے خوش قسمتی سے بنت رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے میرے ساتھ نہایت تواضع اور شفقت سے باتیں کیں اور فرمایا کہ اپنے دیور قدرت اللہ شہاب کو بتادو کہ میں نے اس کی درخواست اپنے برگزیدہ والدِ گرامی کی خدمت میں پیش کر دی تھی انہوں نے ازراہِ نوازش اسے منظور فرمالیا ہے۔

یہ خط پڑھتے ہی میرے ہوش وحواس پر خوشی اور حیرت کی دیوانگی سی طاری ہو گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرے قدم زمین پر ہی نہیں پڑ رہے۔ بلکہ ہوا میں چل رہے ہیں۔ یہ تصور کہ اس برگزیدہ محفل میں ان باپ بیٹی کے درمیان میرا ذکر ہوا۔ میرے روئیں روئیں پر ایک تند و تیز نشے کی طرح چھاجاتا تھا۔ کیا عظیم باپ اور کیسی عظیم بیٹی۔ دو تین دن میں اپنے کمرے میں بند ہو کر دیوانوں کی طرح اس مصرعہ کی مجسم صورت بنا بیٹھا رہا۔

مجھ سے بہتر ذکر میرا ہے کہ اس محفل میں ہے۔(شہاب نامہ صفحہ1180)

بنت رسولؐ کی غمگساری

جناب سیدہؑ کو ہمیشہ اپنے بابا کی امت کی بھلائی اور خیر خواہی کا ہی خیال رہا۔ چنانچہ جب آپ کو یہ پتہ چلا کہ آپ کا مہر پانچ سو درہم مقرر کیا گیا ہے تو آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں عرض کی کہ بابا جان! لوگوں کی

بچیوں کی شادی میں بھی تو بطور مہر درہم ہوتے ہیں تو پھر مجھ میں اور ان میں کیا فرق رہا؟ میری خواہش یہ ہے کہ اس کی بجائے آپ اللہ پاک سے یہ دعا کریں کہ وہ میری شادی کا مہر امّت کے عاصیوں کی شفاعت قرار دیں۔

دریں اثناء جبریل ایک ریشمی پارچہ ساتھ لیکر نازل ہوئے جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔ **جعل اللہ مہر فاطمۃ الزہراء شفاعۃ المذنبین من امۃ ابیھا**۔

کہ اللہ پاک نے جناب زہراؑ کا مہر امّت کے گناہگاروں کی بخشش کو قرار دیا ہے۔

جب جناب زہراؑ کے وصال کا وقت ہوا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ اسے میرے کفن میں میرے ساتھ رکھا جائے۔ میں بروزِ حشر اسے لیکر بابا کی امت کی شفاعت کروں گی۔ (عوالم العلوم صفحہ 633 جلد 11)

دخترانِ امت کو چاہیے کہ وہ اپنی آقازادیؑ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے خوشی کے لمحات میں دکھی اور مصیبت زدہ لوگوں کو فراموش نہ کریں بلکہ ان کے دکھ درد میں شریک ہو کر ان کی مقدور بھر مدد کریں اور ہاتھ بٹائیں۔

شفیعہء روزِ جزاءؑ

جنابِ ابن عباس سے مروی ایک حدیث ہے کہ میں جنابِ سرکارِ رسالت مآبؐ نے ایک موقعہ پر مولا علیؑ کو متوّجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے علیؑ گویا میں اپنی بیٹی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بروز قیامت ایک نوری ناقہ پر سوار ہو کر آئی ہے اس کے دائیں جانب ستر ہزار فرشتے ہیں اور بائیں جانب ستر ہزار فرشتے ہیں۔ آگے ستر ہزار فرشتے

ہیں اور پیچھے بھی ستر ہزار فرشتے ہیں۔ اور وہ میری امت کی مومن خواتین کی قیادت کر رہی ہے۔ پس جو بھی پنجگانہ نماز پڑھے گی۔ ماہ رمضان میں روزے رکھے گی۔ بیت اللہ کا حج کرے گی اور اپنے مال میں سے زکواۃ دیگی۔ اپنے شوہر کی فرمانبردار ہو گی۔ اور میرے بعد ولایت علیؑ کا اقرار کرے گی۔ وہ میری بیٹی کی شفاعت کے وسیلے سے جنت میں داخل ہو گی کیونکہ فاطمہؑ تمام جہانوں کی خوتین کی سردار ہے۔

(بحارالانوار صفحہ 24 جلد 43)

درود و سلام بر سیدۂ انامؑ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ زہرا نے مجھ سے بیان کیا رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹی! جس نے تجھ پہ درود بھیجا اس کو اللہ بخش دے گا۔ اور جنت میں جہاں میں ہوں گا اللہ اسے وہاں لا کر مجھ سے ملادے گا۔ (بحارالانوار صفحہ 55 جلد 43۔ عوالم العلوم صفحہ 611 جلد 11)

اللھم صل علی الصدیقه فاطمة الزکیة حبیبة حبیبك ونبیك وام احنائك واصفیا ئك التی انتجبتھا و فضلتھا و اخترتھا علی نساء العالمین۔ اللھم کن الطاب لھا ممن ظلمھا واستخف بحقھا و کن الثائر اللھم بدم اولادھا۔

اللھم و کما جعلتھا ام ائمة الھدے و حلیلة صاحب اللواء و الکریمة عند الملاء الا علے فصل علیھا و علی امھا صلوة تکرم بھا وجه ابیھا محمدﷺ وتقربھا اعین ذریتھا و ابلغھم عنی فی ھذا الساعته افضل التحیة والسلام (مفاتیح الجنان صفحه 557)

دعا

اختتامِ کلام جناب سیدہ علیہا السلام کی اس دعا پر کیا جاتا ہے۔

اے میرے آقا و مولا میرے رنج و الم اور خوشی کے لمحات میں ہمیشہ تیرا خوف مد نظر رہے اور میانہ روی اور اعتدال کے راستے کو اپنی زندگی کے لئے مشعلِ راہ بناؤں۔ میں تیری بارگاہ میں تیری رضا کے ساتھ راضی رہنے کی آرزومند ہوں۔

اے میرے پروردگار!

ہمارے کردار کو زیورِ ایمان سے مزیّن فرما۔

لی خمسة اطفی بها حرّ الوباء الحاطمة

المصطفیؐ و المرتضی علیہ السلام و ابناهما علیہ السلام و الفاطمہ علیہ السلام

الّلهم صلّ علی فاطمة علیہ السلام و ابیهاؐ و بعلها علیہ السلام

و بنیها علیہ السلام عددً امّا احاط به علمک

کنیزِ خالقِ اکبر بتولؑ عرش مقام

سلام کہتا ہے تم کو تمہارے در کا غلام

گدائے درِ بتولؑ؛

وصیّتِ رسولِ مقبولؐ

میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔

ایک اللہ کی کتاب جس میں نور ہدایت اور نور ہے۔

اور دوسری میری عترتِ اہلِ بیتؑ۔

اگر تم ان کی پیروی کرو گے اور ان سے وابستہ رہو گے۔

تو میرے بعد ہر گز ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔

پھر تین بار فرمایا میں اپنی اہل بیتؑ کے متعلق تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں۔

(صحیح مسلم صفحہ ۲۷۹ جلد ۲۔ ترمذی شریف صفحہ ۲۱۹ جلد ۲۔ سنن کبری نسائی صفحہ ۴۵ جلد ۵۔ مستدرک حاکم صفحہ ۱۱۰ جلد ۳۔ مسند احمد بن حنبل صفحہ ۱۴ جلد ۳)